



سید البرکات  
نبیلہ بیگم

وہ اک شخص کہ جس سے محبتیں تھیں بہت  
خفا ہوئے تو اسی سے تھیں شکایتیں بہت  
بہت پیارے تھے اپنے اصول اس کو بھی  
ہمیں بھی اپنی انا کی تھیں ضرورتیں بہت

رنگ و بو کا گویا طوفان امنڈ آیا تھا! آشیر علوی کزنز اور دوستوں کے ساتھ اس رنگین و خوش ہنگامے سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ فرحان جس کی مہندی تھی آشیر کا کزن اور جگری دوست تھا! فرحان نے اپنی پسند سے لڑکی چنی تھی جس کے ساتھ اب اس کی شادی ہونے جا رہی تھی۔ وہ بے پناہ خوش تھا۔ فرحان کا نکاح دو پہر میں ہو چکا تھا۔ فرحان کی خواہش تھی کہ مہندی کا یہ فنکشن مشترکہ ہو مگر رمنا کے گھر والے نہیں مانے اور پھر رمنا کے گھر سے مہندی آگئی تھی۔ آشیر کے دو چار مٹھے دوست لڑکیوں پر تبصرے کر رہے تھے! آشیر بھی پاس کھڑا تھا۔ فرحان کی بہنیں اور کزنز اسے سرخ رو بننے کی چھاؤں میں مہندی کے لیے سجائے گئے اسٹیج تک لارہی تھیں۔ اب بار بار آشیر کے نام کی پکار پڑ رہی تھی! او ایس اور حسان بھی فرحان کے دوست تھے تینوں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ ”مشکوٰۃ! کہاں ہو جلدی کرو! فرحان بھائی کو مہندی لگاؤ!“ آشیر کے پیچھے سنا وارا کی تھی۔ جب ہی وہ پروقار قدموں سے چلتی فرحان تک آئی۔ ”السلام علیکم فرحان بھائی! کیسے ہیں آپ؟ میری طرف سے بہت بہت مبارک ہوا آپ کو۔“ لڑکی کا لہجہ بہت نرم اور سلجھا ہوا تھا۔ ”مشکوٰۃ! بہت بہت شکریہ یہاں آنے کا۔ آئی کی طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ مہندی میں شریک ہوئیں۔“ فرحان کا لہجہ سامنے والی لڑکی کے لیے احترام اور عزت سے بھرا ہوا تھا جس پر آشیر جی بھر کے حیران ہوا۔ ”فرحان بھائی اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے اب

تو آپ ہمارے ٹیلی ممبر بن گئے ہیں۔“ ایک بالکی سی مسکان اس کے لبوں پر بجی ہوئی تھی۔ ”میں نے جلدی واپس جانا ہے کیونکہ بھائی امی جان کے پاس اکیلی ہیں۔“ ”مشکوٰۃ! مجھے آپ کی مجبوری کا پتا ہے اس لیے اصرار نہیں کروں گا مگر بارات اور ایسے برآپ لازمی شریک ہوں گی۔“ فرحان کے لہجے میں پیار بھرا حکم تھا۔ ”اوکے فرحان بھائی! میں ضرور آؤں گی۔“ آشیر اس مختصر سی گفتگو کے دوران پوری طرح فرحان اور اس لڑکی کی طرف متوجہ رہا جو یقیناً فرحان کی سرسرایوں میں سے تھی کیونکہ اس کا اندازہ ان دونوں کی گفتگو سے ہو رہا تھا۔ ”بہت ٹاکس لڑکی ہے! رمنا کی کزن ہے۔“ فرحان نے اس کے جانے کے بعد آشیر سے کہا۔ فرحان کے لہجے کا احترام بتا رہا تھا کہ وہ لڑکی خاص ہی ہے حالانکہ پہلی نگاہ میں وہ اتنی خاص ہرگز نہیں لگتی تھی۔ کپڑے بھی کوئی خاص چمک دمک والے نہیں تھے سر پر اسراف اور شانے پر وہ پڑتا تھا جو بڑے سلیقے سے اوڑھا گیا تھا۔ بارات کسی دوسرے شہر تو جانی نہیں تھی اس لیے آرام سے تیاری کی گئی۔ وہاں پہنچ کر آشیر کی متلاشی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں! او ایس نے نوٹ کر لیا ویسے بھی وہ اس سے مزاج آشنا تھا۔ ”یار کیا بات ہے کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟“ ”کسی کو بھی نہیں۔“ اس نے او ایس کو ٹالا۔ فرحان نے آشیر سمیت او ایس اور حسان کو بھی ساتھ ساتھ رہنے کو کہا تھا۔ ”یار! دلہا بن کے تم بالکل ہولناک رہے ہو۔“ آشیر نے

چوٹ کی۔  
”تمہیں رونا کی کزنز کا پتا نہیں ہے آفت میں پوری  
ایک سے شرارت کرتی ہیں اور نیگ دودھ پلائی جوتا  
چھپائی کے دوران جو میری درگت بننے والی ہے سوچ سوچ  
کر ہول اٹھ رہے ہیں۔“ بے چارہ فرحان سچ سچ بہت گھبرایا  
ہوا تھا۔  
”ہمارے ہوتے پریشان مت ہو۔“ اولیس نے  
پیٹھ ٹھوکی۔  
”تمہارے ہونے کی وجہ سے ہی تو پریشان ہوں ایسا نہ  
ہو تم لڑکی والوں کی طرف ہو جاؤ۔“ فرحان اس کی عادت سے  
آگاہ تھا۔ جبکہ وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

رہنا کی کزنز مٹھائی اور دودھ لے کر آئیں رونا کی کوئی  
بہن نہیں تھی اس لیے بہنوں کا رول کزنز ادا کر رہی تھیں۔  
ان سب میں وہ نظر نہیں آ رہی تھی جس کی فرحان نے  
تعریف کی تھی کھانے کے بعد رونا کو بھی آئیج پر فرحان  
کے ساتھ بٹھایا جاتا تھا۔  
جب ہی وہ نظر آئی وہ رونا کو تھا مگر اندر سے لائی تھی اب  
وہ رونا کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آئیر نے کھل کر جائزہ لیا وہ  
فرحان کے دائیں جانب بیٹھا تھا اچانک مشکوٰۃ کی نگاہ اس  
کی طرف اٹھی تو اسے غصہ آ گیا۔ رونا اسے پاس سے اٹھنے  
ہی نہیں دے رہی تھی اُسی جان کی طبیعت خاصی بہتر تھی اس  
لیے وہ پرسکون تھی پر فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھے نوجوان کی  
نگاہوں نے اسے مضرب سا کر دیا تھا۔

آج وہ بلیک کمرے سوٹ میں بیٹھی تھی اس کا راف اسی  
طرف بالوں کو چھپائے ہوئے تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی  
شوخی سی تحریر اور لبوں کی کٹاؤ میں نیچرل سی لپ اسٹک کی ہلکی  
سی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی  
درمیان انگلی میں نازک سی انگوٹھی چمک رہی تھی جس میں سرخ  
ننھا مناسا سنگ بڑا واضح تھا۔

بارت کی واپسی پر وہ رونا کے ساتھ بچھلی سیٹ پر اس  
کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آئیر ڈرامیٹک کر رہا تھا ساتھ فرحان

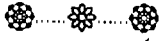
تھا۔ وہ وقفے وقفے سے مشکوٰۃ کو مخاطب کر رہا تھا اب تو آئیر کو  
اس کا نام ازبر ہو چکا تھا اسی کی شخصیت کی مانند منفرد اور  
پُر وقار۔  
فرحان کے گھر میں رونا کو پہلے تو مختلف رسوں سے  
گزارا گیا پھر اندر لے جایا گیا اب آئیر اولیس اور حسان کے  
گھیرے میں تھا۔  
”تم تو آج ایک ہی لڑکی کو گھور گھور کر دیکھتے رہے۔  
خیر تو تھی۔“

”پتا نہیں۔“ وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر دستوں  
کے پاس سے ہٹ گیا۔  
آئیر کے لیے شاید یہ عام معمولی سی بات تھی مگر دیکھنے  
والوں نے بہت سی باتیں خود سے اخذ کر لی تھیں جہاں اولیس  
و حسان نے اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی تھی۔ وہاں مشکوٰۃ  
کی کزنز نے بھی آئیر کی نگاہوں کی بے باکی اور بے خوفی  
ملاحظہ کی تھی اور پھر سب نے ایک دوسرے کو یہ بات بتائی  
تھی۔ آئیر کی نگاہ وقتاً فوقتاً اسے چھو کے پلٹ آتی۔ مشکوٰۃ کی  
کزن ساویہ نے یہ منظر پوری جزئیات اور تفصیلات کے  
ساتھ یاد کر لیا۔

ساویہ ویسے بھی مشکوٰۃ سے خار کھانے لگی تھی مشکوٰۃ  
ساویہ کے چھوٹے چچا کی بیٹی تھی پورے گھر کی لاڈلی بچا جان  
کو اپنی اس چھوٹی بیٹی پر بے پناہ فخر تھا۔ ساویہ کے ماموں کی  
فیملی کینیڈا میں رہائش پذیر تھی۔ وہ چھٹیوں میں پاکستان  
آتے جاتے رہتے تھے ساویہ کی ممانی زہرا کو ایک القاتی  
ملاقات میں مشکوٰۃ بھاگئی۔ وہ کسی کو بتائے اور مشورہ کیے بغیر  
سیدھی ساویہ کے چچا عباس کے گھر پہنچ گئی اس بات کی خبر  
جب ساویہ اینڈ فیملی کو ہوئی تو بڑا جھگڑا ہوا وہ تو اس لگائے  
بیٹھے تھے کہ ساویہ سے بڑی بیٹی ہادیہ کا رشتہ ماموں کے بیٹے کو  
دیں گے اور ادھر اور ہی کہانی چل رہی تھی۔ عباس چچا تنک  
بھی یہ قصہ مبالغہ آیزی اور افسانہ طرازی کے ساتھ پہنچا تو  
انہوں نے نرمی سے ساویہ کے ماموں ممانی کو انکار کر دیا اور  
پھر بالائی بالا زہرا ممانی نے اپنی بہن کی بیٹی سے لاڈ لے  
سپوت کی نسبت طے کر دی۔ اس کا ذمہ دار بھی مشکوٰۃ کو ٹھہرایا

اور مشکوٰۃ کے ابو آپس میں بھائی تھے۔ رمنہ مشکوٰۃ کو بہت پسند کرتی تھی اور دل سے اس کی معترف تھی ساویہ بادیہ کی نسبت اس نے مشکوٰۃ کا کبھی مذاق نہیں اڑایا تھا کیونکہ اسے پتا تھا کہ اس کے بچا کی یہ بیٹی کس بچہ کی ہے۔ ان دونوں کی فتنی بھی خوب تھی۔

ابو نورماں کی رخصتی کے بعد تیا کے پاس ہی رک گئے تھے اور کافی دیر بعد گھر واپس آئے تھے۔ مشکوٰۃ ان کے آنے کے گھنٹہ بعد واپس آئی اس نے سب سے پہلے امی سے ان کی طبیعت کا پوچھا۔ ابو سے گپ شپ کی پھر عشاء کی نماز پڑھنے کے ارادے سے کمرے میں آئی۔ ماؤں جوتوں کی قید سے آزاد کیے سر سے اسکارف اتار تو یہ کسی بالوں نے اس کی کمر کو ڈھانپ لیا تھا۔ نماز سے فارغ ہوئی تو اسی فرصت میں اسے فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھا نوجوان یاد آیا۔ کس طرح اسے گھور رہا تھا جیسے کچھ تلاش کرنا چاہ رہا ہو کسی کھونج میں ہڈ عیب بے باک سی نگاہ تھی اس کی اخلاق کی ہر حد سے زائد۔



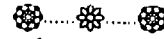
جی سنوری رمنہ مکمل کے مقابلے میں آج بے پناہ حسین لگ رہی تھی اس حسن میں یقیناً فرحان کی محبتوں کا اعجاز بھی شامل تھا۔ مشکوٰۃ نے بے اختیار اس کا ہاتھ چومنا شروع کر دیا۔ بادیہ اور بادیہ پہلے سے پہنچی ہوئی تھیں ساویہ کی نگاہ آئینہ عکاسی کو ڈھونڈ رہی تھی وہ کھانے کے دوران نظر آ ہی گیا۔ ایک اچھے میزبان کی طرح وہ سب پر توجہ دے رہا تھا۔ مشکوٰۃ، چچی ندرت اور خاندان کی دیگر عورتوں کے ساتھ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھی تھی اس کے دائیں طرف ساویہ اور بادیہ تھیں۔

آئینہ عکاسی ان کی ٹیبل پر بھی آیا آخر کو وہ اب فرحان کے سرسالی تھے۔ اس نے آئینہ پر ذمہ داری ڈالی تھی کہ ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے وہ مشکوٰۃ کی ٹیبل کے پاس رکاوٹوں سے بے معنی خیز لگا ہوں سے بادیہ اور ماں کی طرف دیکھا۔ وہ ان سب سے خیر خیریت دریافت کر رہا تھا۔ ”آپ نے تو کچھ لیا ہی نہیں میں گرم کھانا مشکوٰۃ کو ہوں۔“ اس کی مخاطب مشکوٰۃ تھی جس نے پلیٹ میں صرف

گیانہ وہ ہوتی اور نہ بد رشتہ ہاتھ سے نکلتا۔ تب سے ساویہ نے تو اس سے ضد ہی باندھ لی تھی مشکوٰۃ اسے بہت بڑی لگنے لگی تھی۔ پورے خاندان کی عورتیں مشکوٰۃ کی مثالیں دیتی کہ لڑکیوں کو ایسا ہونا چاہیے۔ بلا ضرورت وہ بولتی نہیں تھی اپنے کام سے کام نہ رہتی، فضول کی شغفی اور دکھاوا اس کے مزاج سے کوسوں دور تھا۔ وہ سنجیدہ اور وقار اور رک رکھنا ڈوالی تھی اسے دیکھتے ہی ذہن میں احترام کا تصور ابھرتا تھا۔ بلا ضرورت وہ کزنز سے فری نہیں ہوتی تھی سلیتے اور ڈھنگ کے کپڑے پہنتی، فیشن کرتی تو ایک حد میں رہ کر۔ بہت سی ماؤں کے لیے وہ ایک آئیڈیل بنی تھی ان سب باتوں سے قطع نظر پیٹھ پیچھے مشکوٰۃ کا مذاق اڑایا جاتا اس کی ڈریسنگ اور چلیے پر طنز کیے جاتے اور یہ اعتراض اور طنز کرنے میں لڑکیاں پیش پیش ہوتیں۔ اس وقت حد ہی ہوگئی جب حافظ اسرار کا رشتہ مشکوٰۃ کے لیے آیا۔

حافظ اسرار سلجھا ہوا معزز خاندان کا نوجوان تھا۔ منہ سے لفظ سے وہ انجینئر تھا اور اچھا خاصا خوش شکل اور اسماٹ تھا۔ ابھی مشکوٰۃ کے گھر والوں نے سوچنے کے لیے ٹائم مانگا تھا حتیٰ طور پر رضامندی یا انکار نہیں ہوا تھا پڑکیوں کے ہاتھ مذاق آ گیا تھا۔ پھوپھی کی بندرہ نے تو اپنی ماں سے صاف کہہ دیا تھا۔

”ہمیں مشکوٰۃ کی مثالیں مت دیا کریں ہم اس کی طرح بن گئے تو پھر حافظ اسرار جیسے مولویوں کے رشتے ہی ملیں گے اور مجھے مولوی پسند نہیں۔“ اس لفظ نے سارے خاندان میں گردش کی تھی۔



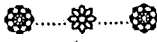
رمنہ سے بمشکل تمام اجازت لے کر وہ بھائی کے ساتھ واپس آئی۔ امی ابو دونوں اسی کے انتظار میں تھے امی گزشتہ ماہ سیزھیوں سے گر کر ٹانگ کی ہڈی تڑوا بیٹھی تھیں۔ کچھ دن اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کے بعد وہ گھر آئیں ٹانگ پر چڑھے پلاستر کی وجہ سے چلنا پھرنا محال تھا۔ کوئی نہ کوئی عبادت کے لیے بھی چلا آتا اسی دوران رمنہ کی شادی طے پائی رمنہ اس کے بہت قریب تھی اچھی ہر بات شہیر کرتی۔ رمنہ

کر دیا۔

”کیا کرتی ہیں آپ مشکوٰۃ؟“ آئیر کے تول کی کھلی ہی کھل ابھی۔ سواویہ اور ہادیہ سمیت اب قدرت بھی ان دونوں کی طرف متوجہ تھی اور دل میں کچھ سوچ رہی تھی۔

”میں گھر پر ہی ہوتی ہوں۔“ وہ مختصر جواب دے کر بہانے سے وہاں سے ہٹ گئی۔ سواویہ نے جانے کیوں اس کا تعارف کر دیا تھا اس کا انداز اور نگاہیں طنزیہ تھیں وہ بچی تو قسمی نہیں کہ محسوس نہ کرتی۔ مشکوٰۃ اندھا کر رہا تھا۔ مٹی جب تک قدرت کا بھی جانے کا موزن چکا تھا آئیر فرحان اور اس کی دیگر فیملی کیٹ تک ان کے ساتھ آئی۔

آخری وقت آئیر نے پھر مشکوٰۃ کو بھر پور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا۔



مہمان سب کے سب جا چکے تھے شادی کا ہنگامہ بھی سرد پڑ چکا تھا۔ ایسے میں فرحان نے آئیر کو پکڑا شادی میں بہت سے لوگوں نے آئیر کو مشکوٰۃ کی طرف بار بار گھورتے دیکھا تھا جس میں اویس و حسان کے ساتھ فرحان بھی شامل تھا۔

”مجھے بتاؤ یہ سب کیا سلسلہ ہے؟“ فرحان بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

”کون سا سلسلہ یار.....؟“ وہ سر کے بالوں میں اٹھکھیاں چلاتے ہوئے غائب دماغی سے بولا۔

”بچہ مت، بتاؤ خیر! تمہیں پتا ہے سب۔“

”کیا کہہ رہے ہو آخر مجھے بھی تو پتا چلے؟“

”رہنا کی کزن مشکوٰۃ کو تم کیوں نیدیدوں کی طرح گھورتے رہے۔ کیا پہلے کبھی لڑکی انہیں دیکھی۔“

”میں نے نیدیدوں کی طرح کب دیکھا اور تمہیں یہ بھی پتا ہے کہ کتنی لڑکیوں کو کچھ چکا ہوں۔“

”آئیر! مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو لڑکیاں تمہارے لیے شجر ممنوعہ نہیں رہی ہیں پھر تمہاری یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ مشکوٰۃ نے رہنا سے تمہاری شکایت کی ہے اور یقین کرو رہنا کے سامنے میں بہت شرمندہ ہوا ہوں۔ بڑی مشکل سے اسے قائل کیا کہ مشکوٰۃ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی

تھوڑی سی بریائی اور سلاؤ والا تھا۔ شیر نے پاس سے گزرتے بیرے کو مزید کھانا لانے کے لیے کہا۔ مشکوٰۃ سے کھانا کھانا دو بھر ہو گیا۔ سواویہ کی معنی خیز کھاناس کی سماعتوں تک پہنچ گئی تھی آئیر کی بیک پر سواویہ بیٹھی تھی۔

”ہمیں کولڈ ڈرنک منگوا دیں۔“ سواویہ نے خود ظل اندازی کی تو آئیر فوراً الٹ ہو گیا۔ ”ہم بھی آپ کی رہنا بھابی کے رشتہ دار ہیں۔“ اس نے جتایا تو جواباً وہ ہنس پڑا۔

”مجھے پتا ہے۔“

”لگتا تو نہیں ہے کچھ خاص لوگ ہی آپ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔“

”ارے نہیں آپ بھی ہمارے لیے اہم ہیں۔“ وہ خالی پڑی کرسی پر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا تو سواویہ کو بڑی خوشی ہوئی۔

نواد بھائی نے کہا تھا کہ واپسی میں چچی اور سواویہ لوگوں کے ساتھ آ جانا کیونکہ گاڑی خراب ہو گئی تھی اب وہ صبر سے ان کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھی۔ کھانا کھا کے سب لوگ کب کے فارغ ہو چکے تھے مگر سواویہ کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔ مشکوٰۃ ان کی نیل برآ گئی۔

”چچی گھر چلیں ناں کافی ناٹم ہو گیا ہے۔“ آئیر تب فوراً اس کی طرف گھوما اب وہ پوری جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے ان دونوں کے سوا اور ہاں کوئی نہیں ہے خود پر گڑی اس کی نگاہیں مشکوٰۃ کو احساس تو ہیں میں مبتلا کر رہی تھیں۔

آئیر نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا مشکوٰۃ پتک کلر کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سر پر کپڑوں کے ہمرنگ اسکارف تھا اور اس کے سر کے بالوں کی کوئی جھلک تک نہیں دکھائی دے رہی تھی تھا۔ پاؤں نازک سی جوتیوں میں مقید تھے۔

”میں آپ لوگوں کو ڈراپ کروں؟“ آئیر نے فوراً آفر کی۔

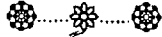
”ارے نہیں، ہم اپنی گاڑی میں جا رہے گے۔“ چچی قدرت نے فوراً جتایا۔ مشکوٰۃ خاموش کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی۔

”یہ ہماری کزن ہیں مشکوٰۃ؟“ سواویہ نے آئیر کی توجہ مشکوٰۃ کی طرف محسوس کی تو جھٹ اس کا احوال سا تعارف

مما آپ کب آئیں گی! افروز کو وہ کچھ پریشان سا لگتا تھا اتنی دور بیٹھ کے وہ تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی۔

ان کی تین اولادیں تھیں اور تینوں ہی بیٹے تھے۔ آشیر سب سے چھوٹا اور منہ بھٹ تھا۔ عاشور یا سرودنوں کی شادی ہو چکی تھی اب آشیر ہی باقی بچا تھا باقی دونوں صاحب اولاد تھے اور اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ شادی کے بعد عاشور کو سعودیہ میں جاب ملی تو وہ ٹکین کے ساتھ یہاں چلا آیا۔ ٹکین گھر سنبھالتی تھی اور ایک شرارتی سا بیٹا۔ اپنی سہیلی آڑمانے کا اسے موقع ہی نہیں ملتا تھا وہ گھر میں ہی خوش تھی۔ شادی کے بعد تھوڑا عرصہ ہی اس نے پریکٹس کی تھی پھر گھر بیٹو زندگی میں ایسی کم ہوئی کہ کچھ فرصت ہی نہیں ملی۔ عاشور کو سالانہ چھٹیاں ملتیں تو وہ ٹکین کے ساتھ پاکستان کا چکر لگا لیتا۔ یا سر اس سے بڑا تھا اور آرمی میں کرنل تھا اس کے بھی تین بچے تھے۔ پچھلے تین سال سے وہ افروز اور عمر علوی کے ساتھ ہی مقیم تھا اور نہ تو وہ دونوں بیٹوں کی آئے روز کی پوسٹنگ سے تنگ آ گئے تھے اب کچھ سکون تھا۔

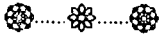
آشیر کا لہجہ عجیب سا تھا۔  
 ”رہنا نہ بھائی نے کیا کہا تم سے؟“ وہ چونکا۔  
 ”آشیر! مشکوٰۃ رہنا کی کزن ہے اور بہت ہی اچھی لڑکی ہے میں اس کی عزت کرتا ہوں وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔“  
 ”ہاں مجھے پتا ہے وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔“  
 ”پھر تم نے ایسی حرکت کیوں کی کہ تمہاری شکایت آگئی؟“  
 ”ہاں جائز ہے شکایت۔“ آشیر کا لہجہ عجیب سا تھا۔  
 ”رہنا نے مجھے بتایا ہے کہ اس کی کزنز نے تمہارے حوالے سے مشکوٰۃ پر لائے سیدھے طفر کیے ہیں اسی وجہ سے اس نے رہنا سے تمہاری شکایت کی۔“ فرحان غصے میں آ گیا۔ ”وہ کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے مہترم آشیر علوی صاحب!“ وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔ جواب میں آشیر خاموش رہا۔



مما بپا کے ساتھ بڑی بھائی ٹکین کے پاس سعودیہ گئی ہوئی تھیں۔ انہیں گئے ہوئے ایک ماہ سے زائد ہو گیا تھا ٹکین بھابی کے ہاں پورے چھ سال کے بعد ایسا موقع آیا تھا کہ وہ پھر سے ماں کے رتبے پر فائز ہونے جا رہی تھی۔ اس بار وہ بے حد ڈری ہوئی تھیں پہلا بیٹا بھی۔ مگر آپریشن سے ہوا تھا اور وہ مرتے مرتے دیکھیں اس بار تو جوان کو لائے سیدھے خواب آ رہے تھے اس کی وجہ سے وہ دھیمی ہو رہی تھیں۔

فون پر بات کرتے کرتے وہ پڑتیں ٹکین کی وجہ سے افروز بھی پریشان تھیں۔ ان کا دل کر رہا تھا کہ فوراً سے بھی بیہوش ہو جائے کی پاس پہنچ جائیں۔ اس معاملے میں عمر علوی بھی بیوی کے ہمنوا تھے وہ ریٹائرڈ لائف گزار رہے تھے انہیں گھومنے پھرنے کا بہانہ چاہیے تھا سو افروز کی ساتھ سعودیہ عاشور اور ٹکین کے پاس جا پہنچے۔ ان کی موجودگی سے ٹکین اب پرسکون تھیں اس نے پھر سے ایک خوب صورت اور صحت مند بننے کو جنم دیا تھا۔ افروز کا ارادہ تھا کہ بہوار پلوٹوں کے ساتھ ہی واپس پاکستان جائیں گی جہاں آشیر بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی وہ بھی پوچھتا

رہا۔  
 جلد از جلد پاکستان واپس جانا چاہتی تھی مگر جب تک ٹکین سفر کرنے کے قابل نہ ہوتی ان کا آنا محال تھا۔



سماویہ نے پنچارے لے لے کر یہ مزیدار قصہ سب کو سنایا تھا اب تو ندرت نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس لیے چوڑے جاذب نظر لڑکے کی توجہ سو فیصد مشکوٰۃ کی طرف تھی۔ انہوں نے صرف آشیر کی توجہ ہی محسوس کی تھی مشکوٰۃ کی بے زاری انہیں نظر نہیں آتی تھی پہلے وہ شاید یقین نہ کرتی پر اب سماویہ کی دلائل ایسے تھے کہ انہیں یقین نہ پڑا۔ انہوں نے اس کا ذکر جیٹھانی اور دونوں دیورائیوں سے بھی کر دیا۔ بظاہر اس چھوٹی سی بات کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔

نور افشاں، مشکوٰۃ کی ماں تھیں انہیں یہ بات مبہم نہیں ہو رہی تھی لیکن انہوں نے بیٹی سے کوئی سوال نہیں کیا انہیں اپنی تربیت پر بھروسہ تھا اور پھر شادیوں میں ایسے واقعات

اویس اور حسان فرحان سے فون کر کے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے اس کا نمبر کبھی بند نہیں ملا تھا۔ آخر نر پول اب بھی چلا رہا تھا۔ اویس اور فرحان سیدھے اس کے آفس جا پہنچے وہ وہاں بھی نہیں تھا اس کے سیکرٹری سے پتا چلا کہ وہ پانچ دن سے فیسے ہی نہیں رہا ہے۔ مزید اسے کچھ بتائیں تھا فرحان اور اویس اب جیج پریشان تھے۔

”چلو گھر چلتے ہیں آ شیر کی پاس“ اویس نے تجویز دی تو فرحان نے اُھر سے ہی گاڑی موڑ لی۔ فرحان نے گاڑی آ شیر کی گھر کے سامنے روکتے ہوئے ہارن دیا تو چوکیدار نے گیت کھولا۔

”سلام صاحب!“ چوکیدار نے زور دلاؤ واژ میں سلام جھاز ل۔ ”علیکم السلام! تمہارے صاحب کہاں ہیں؟“ فرحان نے چوکیدار کے سلام کا جواب دیتے ہوئے آ شیر کے بارے میں سوال کیا۔

”صاحب! جھوٹے صاحب تو بیمار ہیں۔“ اس اطلاع پر فرحان اویس کا منہ تنکنے لگا۔ یاسر بھائی تو گھر پر نہیں تھے البتہ ان کی بیگم عمارہ گھر پر تھیں انہوں نے دونوں کا شیر کے بیڈروم تک پہنچا دیا۔ آ شیر فرحان کا خالد زاد بھائی تھا فرحان اس کے بہت قریب تھا دونوں بلی بلی ایک دوسرے کی مصروفیات سے آگاہ رہتے تھے آج کو بلی بار فرحان کو اپنی بے پروائی پر غصہ کیا۔

شام ڈھل رہی تھی پتا شیر کے کمرے کی لائٹ بجدی۔ کھڑکیوں کے پردے موسم کی منتی کے باعث گرے ہوئے تھے اندر کمرے میں مکمل طور پر اندھیرا تھا۔ فرحان نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی لائٹ جلنے اور دروازہ کھلنے کی آواز پر ایلنا آ شیر کسمایا اور پھر اٹھ بیٹھا اس کی آنکھیں بے پناہ سرخ تھیں پوئے بھی سرخ اور بھاری لگ رہے تھے۔ اویس اور فرحان پریشان ہو گئے۔ وہ ہمیشہ تک سب سے تیار خوشبو میں بسا اپنی دلنشین مسکراہٹ سمیت ملتا اس کی خوش لمبا سی مشہور تھی جھون کی بڑھی شیو میں وہ پہلے والا آ شیر لگ ہی نہیں رہا تھا۔ سگریٹ کو اس نے بھی ہاتھ تک نہیں لگایا تھا پاس بڑی الیش ٹرے بتا رہی تھی کہ اس نے بے دردی سے دل ہول کر

ہوتے رہتے ہیں لڑکے لڑکیوں پر تو جہتے لو آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اکثر واقعات معاملہ یک طرفہ ہی رہتا ہے مشکوۃ سلیم بھی ہوئی باشعور لڑکی تھی آج تک اس کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی تھی۔ ندرت نے کھوجنے والے انداز میں یہ بات انہیں بتائی تھی کہ شادی میں دلہا کا ایک عزیز مشکوۃ میں دوپٹی لے رہا تھا نور انشاں اھر ہی خاموش ہو گئی تھیں۔

حافظ اسرار کے گھر والوں کو وہ جتنی جواب دینے کے بارے میں سوچ رہی تھی عباس بھی راضی تھے بظاہر اس رشتے میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ لڑکا بھی مشکوۃ کی طرح باکردار اور مہذب تھا۔

حافظ اسرار کے گھر والوں نے جواب لینے کے لیے آتا تھا اس نے ایک فرمانبردار بیٹی کی طرح معاملہ والدین کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ مشکوۃ عباس کی لاڈلی تھی اپنے تینوں بچوں میں انہیں یہ بیٹی سب سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ اسے اپنے لیے خدا کا انعام قرار دیتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے مشکوۃ نے بھی ہمیشہ ان کے اس فخر کا مان رکھا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ گھر واری میں لگن بھی۔ نور انشاں کی ٹانگ ٹوٹی تو اس نے خدمت گزاری میں دن رات ایک کر دیا اس کی کوشش ہوئی کہ امی کے تمام کام وہ خود کرے بھابی کو زحمت نہ دے اس وجہ سے ٹامہ بھی خوش تھی۔

حافظ اسرار کی والدہ نے ندرت کے گھر ایک تقریب میں مشکوۃ کو دیکھا تھا تب سے وہ ان کے دل کو بھاگتی تھی اپنے بیٹے اسرار کے لیے وہ انہیں ہر لحاظ سے مناسب لگتی تھی انہیں پورا یقین تھا کہ عباس مان جا میں گئے ان کا یہ یقین بے جا نہیں تھا۔

سادہ بے باتوں باتوں میں آ شیر کے حوالے سے مشکوۃ بر طعن کیا تو اسے بے حد غصہ آیا۔ رہنا بھی میکے آئی ہوئی تھی مشکوۃ نے سارا غصہ اس پر اتار دیا۔ اس نے گھرا کر فرحان سے آ شیر کی شکایت کی۔ فرحان آ شیر سے جا پہنچا اس بات کو چھ روز گزر گئے تھے پھر نہ آ شیر اسے ملانے فون پر بات ہوئی۔ فرحان نے کال کی تو اس کا نمبر آف تھا۔

سرگرنٹ نوشی کی ہے۔  
 ”کیا حال بنا رکھا ہے؟“ فرحان نے حیرانگی سے پوچھا۔  
 ”ماراض ہو، ہم سے کوئی بات بڑی لگ گئی ہے؟“ اولیس  
 بھی قدرے حیران تھا۔  
 ”ارے نہیں ناراضگی کیسی؟“ پھسکی سی مسکراہٹ اس  
 کے لبوں پر آ کے معدوم ہو گئی۔

”پھر یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے؟“  
 ”کیوں کیا ہوا میرے حال کو؟“ اس نے الٹا اولیس سے  
 سوال کیا۔

”جنوں لگ رہے ہو پورے۔“ جواب میں آ شیر خاموش  
 ہی رہا۔ اتنے میں غماز بھائی چائے کے ساتھ دیگر لوازمات  
 ٹرے میں سجائے اوجھری آ گئیں۔

”ودود پہلے اس کی طبیعت بہت خراب تھی رات بھر تیز  
 بخار رہا مگر یہ ڈاکٹر کے پاس نہیں گیا۔ اوپر سے اسموگلنگ  
 شروع کر دی ہے، تم لوگ پوچھو کیا پرابلم ہے اس کو؟ میں اور  
 یا سر تو پوچھ پوچھ کر تھک گئے، آئی نے داپس آ کے دیکھا تو  
 نیبی کہیں کی کہ ہم نے آ شیر کا خیال نہیں رکھا۔“

”بھائی آپ پریشان نہ ہوں میں پوچھتا ہوں۔“ فرحان  
 نے انہیں تسلی دی تو وہ چلی گئیں پھر اولیس نے کمرے کا  
 دروازہ بند کر دیا۔

”ہاں اب بتاؤ آ شیر! کیا چکر ہے جس کی وجہ سے تم نے  
 اپنا یہ حال بنایا ہوا ہے۔“ فرحان کا کافی عجیبہ تھا۔  
 ”کہیں محبت کا چکر تو نہیں ہے؟“ اس بات پر آ شیر اور بھی  
 عجیبہ نظر آئے لگا۔

اس نے اپنے دونوں کی الجھن اور پریشانی کی وجہ بتادی  
 وجہ بڑی رنگین تھی اور وہ بھی مشکوٰۃ۔

”تمہیں بھی محبت ہو ہی گئی میں تو تھوڑی دیر پہلے تک  
 یہی سمجھتا رہا کہ تم صرف دل لگی کر سکتے ہو محبت نہیں۔ تم نے  
 تو حیرت انگیز خبر دی ہے ہر لڑکی کو فضول ہے کہہ کر ٹھکراتے  
 رہے اور یہ سب کیا ہے؟“ اولیس نے اسی کا کہا لٹایا۔

”وہ بہت خاص ہے۔۔۔۔۔“ اولیس اور فرحان ہنستے چلے گئے  
 یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ جملہ آ شیر کے منہ سے نکلا ہے۔ ایک

سے ایک طرح دار خوب صورت اور شوخ لڑکی کے بارے میں  
 اس کی رائے یہی ہوتی کہ عام سی ہے۔ لڑکیوں کو اپنی طرف  
 متوجہ کرنا اس کے لیے کبھی بھی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ اس کی باتوں  
 اور شخصیت سے صنف نازک اسپرلس ہو جاتی تھی۔ آ شیر ایک  
 حد سے آگے نہیں جاتا تھا معاملات دل لگی تک ہی تھے اس  
 نے اپنے دل کی گہرائیوں میں کسی کو جھانکنے نہیں دیا تھا۔

ایک دم سے جانے کیا ہوا تھا کہ وہ خود سے کسی کے  
 بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا رات سونے کے لیے لیٹتا  
 تو دو خائف سی شکایتیں آنکھیں ذہن کے درتچے پر دستک  
 دینے لگتیں۔ فرحان اس کی شکایت لیے کرتا یا تب سے وہ  
 ڈسٹرب تھا فی الحال کوئی راز اور نہیں تھا۔ بات ہی ایسی تھی  
 ناقابل یقین کہ کہاں وہ کہاں مشکوٰۃ۔۔۔۔۔ آ شیر کے حلقہ احباب  
 میں ایک سے ایک طرح دار اور شوخ لڑکی تھی مشکوٰۃ ان سے  
 بالکل الٹ تھی اور اب آ شیر اپنے منہ سے اقرار کر رہا تھا کہ کچھ  
 خاص ہے اس میں۔

”کہیں یہ دقی جذبہ تو نہیں ہے۔“ فرحان مشکوک تھا  
 جواب میں وہ بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔

”رمانے اس کے بارے میں کافی کچھ بتایا ہے وہ  
 بہت سنجیدہ اور سلیجہ کردار کی لڑکی ہے۔ تمہاری فریڈنڈ سے  
 بالکل مختلف۔“

”مجھے پتا ہے تب ہی تو کہا ہے کہ بہت خاص ہے وہ۔“  
 ”رمانہ کل ہی میکے سے واپس آئی ہے پرسوں مشکوٰۃ کے  
 گھر ہماری دعوت ہے۔ رمانے بتایا تھا کہ ایک بہت اچھا  
 رشتہ آیا ہے مشکوٰۃ کے لیے۔ اس کی فیملی بھی تقریباً راضی ہے  
 مگر ابھی تک باقاعدہ رضامندی نہیں دی گئی ہے تم اگر واقعی  
 سیریس ہو تو خالہ سے بات کرو تمہارا پاپوزل کے جائیں۔“

فرحان نے اسے چیک کرنے کے لیے دانستہ مشکوٰۃ  
 کے لیے آگے رشتے کا بتایا جسے نہ آ شیر اور بھی پریشان نظر  
 آئے لگا۔ تیرنٹانے پر بیٹھا تھا آ شیر کے لیے دل لگی واقعی دل  
 کی لگی بن گئی تھی۔ یہ آج کی حیرت انگیز خبر بھی آ شیر جیسا  
 نوجوان بھی کیوڈ کے تیر کا شکار ہو سکتا ہے۔ جو صنف نازک  
 کے ساتھ پائیدار جذبے کا قائل ہی نہیں تھا اپنی فریڈنڈ کو اس



بن گیا ہے اور آپ کے یہ دوست آخیران پر حیرت ہوتی ہے ہماری شادی میں مشکوٰۃ کو دیکھ کر محبت کرنے لگے نہ کوئی بات ہوئی نہ ملاقات اور ایک نظر میں ہی محبت ہوگئی۔ ”رمانا کا انداز اچھا خاصہ طنز یہ تھا ”فرحان تڑپ ہی تو گیا۔

”یہ کوئی بڑس یا سودا تو نہیں ہے مجھے آخیر کا پتا ہے وہ محبت وغیرہ کو فضولی تصور کرتا تھا اس جذبے پر اس کا زیادہ یقین نہیں تھا مگر کبھی کبھی انہونی بھی ہو جاتی ہے۔“

”میرا دل یہ بات نہیں مانتا ہے آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ ان کی دوستی بہت ہی لڑکیوں سے ہے اور ان میں سے کچھ آخیر بھائی کے معاملے میں سیریس بھی ہیں۔“

”میں سب کے بارے میں جانتا ہوں آخیران میں سے کسی کے ساتھ بھی سیریس نہیں ہے اس موضوع پر میری کتنی بار آخیر سے بات ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے صرف دوستی اور وقتی دل لگی ہے۔“

”بہت خوب آخیر بھائی مشکوٰۃ کو بھی دل لگی کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں۔“ فرحان کی بات پر رمانا غصے میں آگئی۔

”اگر وہ سنجیدہ ہیں تو سیدھے طریقے سے پر پوزل دیں یوں کسی لڑکی کو بدنام تو نہ کریں۔“

”اوکے یہ بھی ہو جائے گا میں جا کے آج ہی بات کرتا ہوں خالہ جان تو سعودیہ میں ہیں جانے انہیں آنے میں کتنا تاخیر لگے لیکن میں بات کرتا ہوں۔ آخیر کو میں خود سے بھی زیادہ جانتا ہوں اس بار شکست اسے برداشت نہیں ہوگی۔“

فرحان قدرے پریشان نظر آنے لگا رمانا بھی خاموش تھی۔ باقی کا سفر خاموشی ہی سے طے ہوا گھر آ کر رمانا کے سامنے فرحان نے آخیر کو فون کیا۔

”تم خالہ جان کو فون کر کے بتا دو۔“ وہ چھوٹے ہی بولا تو

آخیر الجھ سا گیا۔

”کس کا بتا دوں؟“

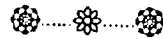
”مشکوٰۃ کے بارے میں بتا دو اس کے الدین نے اگر

ایک بار حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کر دے تو تم ساری عمر دینچا پھر.....“ جانے کیوں فرحان اتنا تلخ ہو ہاتھ۔ وہ آخیر پر خوب گرجا برسا۔

نے فریڈ شپ تک ہی محدود رکھا تھا۔ وہ ہی آخیر محبت کی جیسی آگ میں سلگ رہا تھا۔

یہ تو محبت کی پہلی سڑھی پر پاؤں دھرنے والا الجھا الجھا سا آخیر تھا۔ ابھی وہ لی بھی نہیں تھی کہ کھونے کا دھڑک لگ گیا تھا فرحان نے اس کے لیے آئے رشتے کی بات کر کے اسے اور بھی پریشان کر دیا تھا۔ وہ ”عام سی لڑکی“ اس کے لیے بہت خاص بلکہ خاص الخاص بن گئی تھی۔

اسے یاد کرتے ہی دل میں یہ تصور پختہ ہو جاتا تھا تم کو معلوم تو ہوگی یہ کرامت اپنی سنگ مرمر پر دھرو پاؤں تو فٹل کروو مشکوٰۃ بڑے دھڑلے سے پوچھے بغیر اس کے دل کے سنگھاس پر برابر اجماع ہوگئی تھی وہ اپنی ہار ماننے سے خوفزدہ تھا۔ وہ دوستوں کی محفل میں بباگ و دل کہتا تھا کہ محبت کروں گا تو ٹھونک بجا کے کروں گا اب اسے ہنسی آتی اب جب سب دوستوں کو یہ بات پتا چلنے والی تھی سب نے اسے طرح طرح کے سوال کرنے تھے۔ ”کون ہے..... کیسی ہے..... دیکھنے میں کیسی لگتی ہے؟“ وہ کیا جواب دے گا۔ پہلی بار اسے اپنے خیالات کے برعکس شکست ہوئی تھی اس کے آنیڈ بلزم کا بہت مشکوٰۃ کے ہاتھوں چٹکا چور ہوا تھا۔



عباس صاحب کے ہاں دعوت بڑی بڑ لطف رہی فواد بھی شریک محفل تھا فرحان سب سے مل کر بہت خوش تھا واپسی پر فرحان نے خود ہی مشکوٰۃ کے لیے آئے رشتے کا ذکر چھیڑ دیا وہ اس بارے میں پیش رفت سے گاہہ ہونا چاہتا تھا۔

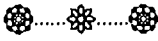
”چچا جان جلد ہی ہاں کرنے والے ہیں۔“ رمانا نے بتایا تو فرحان پریشان سا ہو گیا۔

رمانا کو بتانے میں حرج نہیں تھا اس نے رک رک کر آخیر کی واردات قلبی سے اسے بھی آگاہ کر دیا۔ رمانا کو مشکوٰۃ کا غصہ اور شکوہ یاد آ گیا۔

”میرا نہیں خیال کہ مشکوٰۃ آخیر بھائی کے لیے دل میں نرم جذبہ رکھتی ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ کبھی مجھ سے شکایت نہ کرتی۔“

سلاویہ نے تو اسے اچھا خاصا بدنام کر کے رکھ دیا ہے رانی کا پہاڑ

بہانے وہ آئینہ اور ان کے گھر بار کو بھی دیکھ لیتے، باقی فیصلہ انہیں کرنا تھا۔ نور افشاں ویسے اس رشتے کے حق میں تھیں مگر عباس جلد بازی نہیں کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے تو ابھی تک حافظ اسرار کے گھر والوں کو کچھ جواب نہیں دیا گیا تھا۔



مشکوٰۃ کے لیے آئینہ کا رشتہ آیا ہے، مادیہ کے لیے یہ اطلاع بہت ناقابل یقین تھی۔

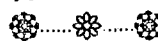
”دیکھا میں کہتی تھی ناں کہ ان دونوں میں چکر چل رہا ہے اب نتیجہ سامنے ہے۔ شادی میں ہی سب کچھ ہوا اور اب رشتہ بھی آ گیا۔“ وہ ندرت سمیت، بہت سوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئی تھی کہ آئینہ اور مشکوٰۃ میں پہلے سے چکر چل رہا تھا جس کی وجہ سے اب اس نے رشتہ بھیج دیا ہے۔ وہ مشکوٰۃ کے پرانے تاثر کو نازل کرنے میں پوری طرح کامیاب رہی تھی۔ چچی ندرت سیدی نور افشاں کے پاس پہنچی اور پھونٹے ہی آئینہ کے رشتے کا پوچھا ظاہر ہے انہیں سب کچھ بتانا پڑا۔

”ہاں اچھا ہے، اولاد کی پسند بھی تو ضروری ہے۔ جب لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو پھر اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے، ویسے کیا سوچا ہے تم نے؟“ ادھر نور افشاں ان کے جملوں کے ہیر پھیر میں گم تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

”سوچنا کیا ہے عباس ابھی جا کے ملیں گے آئینہ کے گھر والوں سے، اس کے بعد ہی دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔“ وہ سنبھل کے بولیں۔

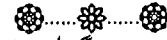
”لو اب اس میں سوچنا کیسا سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔“ وہ اپنی بات کہہ کر چل دیں پر نور افشاں ان کی کہی باتوں پر غور کر رہی تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، کوئی اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

”تو کیا مشکوٰۃ اس لڑکے کو پسند کرتی ہے جو اس نے رشتہ بھیج دیا ہے؟“، پہلی بھی مشکوٰۃ کے حوالے سے وہ آئینہ کا قصہ سن چکی تھیں، پر مشکوٰۃ نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔



آج نیند مشکوٰۃ کی آنکھوں سے کو دور تھی۔ تمام بھائی

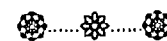
”میں پہلے بھائی اور یاسر بھائی سے بات کروں پھر ماما کو کال کر کے بتاتا ہوں۔“ آئینہ نے جلت میں فون بند کر دیا۔



آئینہ اسٹریٹ فارورڈ تھا لگی پٹی رکھے بغیر اپنی بات کہنے والا یہاں تو معاملہ پھر بدل گیا تھا اسے یاسر بھائی اور عمارہ بھائی سے بات کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

”آپ جا کر بات کریں مشکوٰۃ کے والدین سے ایسا نہ ہو کہ.....“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تو عمارہ نے معنی خیز لگا ہوں سے یاسر کی طرف دیکھا۔ وہ بھی شادی میں شریک ہوئی تھیں پر مشکوٰۃ کو نسل لڑکی تھی یہ انہیں معلوم نہیں تھا۔ انہیں بھی اس لڑکی کو دیکھنے کا شوق تھا جس نے آئینہ کو چاروں شانے جیت کر دیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی انہیں مشکوٰۃ کے گھر بھیج دیتا۔

مگر یہ کام بھی تو ایک ضابطے کے تحت ہونا تھا، افرادِ انٹی ملک سے باہر تھیں عمر علوی کی رائے لینا بھی ضروری تھا یاسر نے سب سے پہلے سعودی فون کر کے ماما اور پاپا کو سب کچھ بتایا۔ ماما نے کہا کہ مجھے لڑکی کی تصویر میل کر دو یاسر کے پاس ہوئی تو کرتا۔ پپا نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے تم عمارہ کو لے کر چلے جاؤ آخری فیصلہ ہمارے آنے کے بعد ہوگا۔

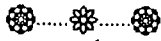


خواتین میں سے عمارہ بھائی، رونا اور فرحان بھائی کی ماما امیرن اور ان کے شوہر اکبر علی مشکوٰۃ کے گھر آئے تھے۔ عباس رونا کی وجہ سے اس خاندان کو کچھ کچھ جاننے لگے تھے۔ رونا کی سسرال انہیں بہت پسند آتی تھی اور اب مشکوٰۃ کے لیے رشتہ ادھر سے ہی آیا تھا۔ نور افشاں کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے تھے رونا جس خاندان میں بیاہ کر گئی تھی وہ سماجی حیثیت اور امارت میں ان سے بڑھ کر تھا۔ آئینہ اور علوی فرحان کا خالہ زاد بھائی تھا اب آجانا شروع ہو گیا تھا تو فرحان اور اس کے گھر والوں کو قریب سے جاننے کا موقع ملا تھا۔

فرحان پسندیدہ عادات کا مالک تھا یہ بات آئینہ کی فیور میں جاری تھی۔ جاتے وقت یاسر اور عمارہ نے انہیں اپنے گھر آنے کی پُر زور دعوت دی جو عباس نے قبول کر لی۔ اس

اس نے اب رشتہ بھیجا ہے ورنہ عباس بھائی حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کر چکے تھے ندرا پھو کی تشریف آوری اسی سلسلے میں تھی۔ نور افشاں عباسؔ کو اوشامہ سب ہی بیٹھے ہوئے تھے جب ندانے سوال کیا۔

”بھابی میں نے سنا ہے کہ شیرانی مشکوٰۃ کو پسند کرتا ہے تب ہی رشتہ بھیجا ہے۔“ نور افشاں یہ افواہ پہلے سن چکی تھیں پر عباس نے یہ بات اپنی بہن کے منہ سے ہی سنی تو ان کی حالت عجیب سی ہوئی۔ ان سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا وہ نماز پڑھنے کے بہانے اٹھ گئے، مشکوٰۃ کے کمرے کے سامنے سے گزرے تو وہ نماز پڑھ رہی تھی ان کے دل پر جیسے منوں بوجھا پڑا تھا۔



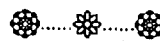
آ شیر نے اتنی جلدی بچائی کہ عمر علوی نکالتے ہی بی افروز نکلیں اور چھوٹے پوتے کی وجہ سے فی الحال انہیں کتنی تھی پر آ شیر کے تیر اور بے صبری دیکھتے ہوئے لگ رہا تھا کہ انہیں آنا ہی پڑے گا۔ یاسر نے فون پر بڑی تفصیل سے اس کی ضد اور جارحانہ رویے کا ذکر کیا تھا جانے دیوہ اس کی طرح کر رہا تھا۔ فرحان نے مشکوٰۃ کے لیے آئے پہلے پر پوزل کا بتا کر اسے بے سکون کر دیا تھا اسے ان دیکھے حافظ اسرار سے حسد محسوس ہو رہا تھا۔ مشکوٰۃ کے ابو نے ابھی حافظ اسرار کے گھر والوں کو رضامندی نہیں دی تھی پڑا شیر خوف کا شکار تھا۔

پہلا آگئے تھے شیر نے کھل کے کہا تھا آپ خود مشکوٰۃ کے گھر جائیں اس کا مطالبہ ایسا ناجائز بھی نہیں تھا، سعودیہ سے آنے کے دو دن بعد عمر علوی عباس صاحب کے گھر گئے۔ اُدھر حافظ اسرار کے گھر والے ان سے پہلے وہاں موجود تھے انہوں نے بھی ازنی اتنی سنی تھی کہ مشکوٰۃ کے لیے ایک اور نوجوان کا رشتہ آیا ہے اور وہ اُدھر ہی ہاں کریں گے۔ اسرار کی والدہ کو ہڑکا لگ گیا تھا اتنی اچھی لڑکی کو وہ اتھ سے نکلنے دینا نہیں چاہتی تھیں۔ عمر علوی مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں سمیت آئے تھے ان کے ساتھ آئے نوکر نے سارے لوازمات گاڑی سے اتار کر رکھے تھے۔

اسرار کی والدہ کا چہرہ بچہ سا گیا نور افشاں نے انہیں کھانا

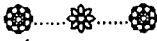
اور رونا کی زبانی استے شیر کے پر پوزل کا پتا چلا تھا وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ رونا اپنی ساس اور اس پراری سی خاتون (جو کہ عمارہ تھی) کے ہمراہ ایسے ہی آئی ہوگی رونا نے تو اسے ایک لفظ تک نہیں بتایا تھا۔ اپنی آمد کے سبب کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی یہ تو شامہ بھابی تھیں جنہوں نے یہ مہربانی کی تھی۔ امی ابو نے اس پر پوزل کے بارے میں اس کی رائے تو معلوم کر لی تھی انکار یا اقرار کرنا اس کا حق تھا اور اپنے حق اس کو اس نے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کی رائے حافظ اسرار کے حق میں تھی جب وہ اپنی فعلی کے ساتھ ان کے گھر آیا تھا تو ذرا تنگ روم کی کھڑکی سے شامہ بھابی نے اس کی جھلک دکھائی تھی۔ وہ آ نکھیں جھکائے عباس صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا، مشکوٰۃ کا دل مطمئن تھا حافظ اسرار بخیرہ مزاج اور باوقار لگ رہا تھا۔

جبکہ شیر علوی کے بارے میں سوچتے ہی مشکوٰۃ کا دل برا سا ہو گیا۔ وہ شادی کی بھری تقریب میں اتنے لوگوں کی پروا کیے بغیر نگاہوں سے اس کا ایک سرے کرنے میں لگن تھا۔ عجیب بے باکی سے لبریز آنکھیں تھیں جن میں شرم و حیا عورت کے احترام کی کوئی رتق تک نہ تھی پھر دیسے کی دن ندرت چچی اور سلاہیادیہ کے سامنے اس نے پھر وہی حرکت دہرائی تھی بلکہ آگے بڑھ کر ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی گھر آ کر بیٹے بیٹے بظاہر سلامیہ نے آ شیر کے حوالے سے اس پر چوٹ کی تھی۔ بات اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی جتنی مشکوٰۃ سمجھ رہی تھی۔



ندرا پھو پو آئی ہوئی تھیں ان کی آمد بے سبب نہیں تھی ندرت بھابی نے فون پر بتایا تھا کہ مشکوٰۃ کے لیے شیر علوی کا پر پوزل آیا ہے۔ وہ نور افشاں سے اس کی تصدیق کرنے آئی تھیں۔ سچ تو یہی تھا کہ شیر علوی کو شادی میں دیکھ کر بہت سی ماؤں نے دل میں خواہش کی تھی کہ وہ ان کی بیٹی کا نصیب بن جائے جب وہ دیسے والے دن ندرت کی نیبل پر بیٹھ کے باتیں کر رہا تھا تو ندانے بھی دیکھا تھا۔ ندرت بھابی کی طرح انہیں بھی اچھا لگا تھا۔ ندرت بھابی نے راز دارانہ انداز میں انہیں بتایا تھا کہ شادی میں آ شیر اور مشکوٰۃ کا چکر چلا تب ہی

آ شیرعلوی کے ساتھ کوئی معاملہ تھا ایک بیٹی کا باپ ہونے کی حیثیت سے وہ اس معاملے میں اتنا پسند تھے نہیں چاہتے تھے کوئی ایسی بات کرے۔ انہیں دو کام کرنے تھے حافظ اسرار کی والدہ کو فون کر کے ہاں کرنی تھی اور عمرعلوی کو فون کر کے معذرت کرنی تھی۔



باپ کی وفات کے بعد باپ اسرار کی والدہ ہی کرتا دھرتا تھیں عباس صاحب نے ان کا نمبر ملایا انہوں نے خوشگوار انداز میں خیر خیریت پوچھی اسرار کی والدہ کا رو بہ دکھا تھا۔

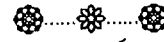
”مجھے بتا سب آپ نے کس لیے فون کیا ہے؟ میں آپ کا فیصلہ منظور ہے اگر آپ نے عمر صاحب کو ہاں کرنی تھی تو ہمیں اتنے چکر کیوں لگوائے؟ آپ کی بیٹی آ شیر کو پسند کرتی ہے آپ ہمیں بتا دیتے میں امید تو نہ کرتی۔ خیر ہاں یا ناں کرنا آپ کا حق تھا میں خود آپ کو فون کرنے والی تھی عباس بھائی! میں نے آپ کی بہن ندا کے گھر سے بیٹے کا رشتہ مانگا ہے ندا بہن کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہفتہ دس دن تک بیٹے کی دھوم دھام سے منگنی بھی کروں گی آپ سب آئیے گا۔“

اسرار کی والدہ نے انہیں کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ فون بند ہو چکا تھا وہ تھکے تھکے انداز میں وہیں صوفے پر ڈھے گئے ان کا سارا مان و فخر غرور مشکوٰۃ نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ آ شیر کو پسند کرتی ہے اس بات نے انہیں بہت دکھی تھی کہ اپنی بہن ندا کے منہ سے یہ سن کر کہ لڑکا ان کی بیٹی کو پسند کرتا ہے انہیں بہت غصہ آیا تھا آج اسرار کی والدہ نے کہا تھا کہ آپ کی بیٹی آ شیر کو پسند کرتی ہے مشکوٰۃ نے انہیں آسمان سے زمین پر لا چکا تھا۔ اب عزت اسی میں تھی کہ وہ عمرعلوی کو ہاں کر دیتے۔ انہیں دکھ اسی بات کا تھا کہ اگر مشکوٰۃ آ شیر میں انٹرنل تھی تو اپنی ماں یا بھائی سے ذکر کر دیتی وہ اسرار کے گھر والوں کو ادھر ہی جواب دے دیتے۔ دن بھر وہ اپنے کمرے میں بند رہتا تھا۔ شامہ بی ایک بار نورافشاں دیکھ کر گئی شام ہو چکی تھی انہوں نے شامہ سے کہا کہ مشکوٰۃ کو میرے پاس بھیجو۔

وہ اسی وقت چلی آئی وہ خود پریشان تھی کہ اب صبح سے کمرے میں بند ہیں انہوں نے خود بلایا تو اس نے شکر کیا کہ

کھائے بغیر جانے نہیں دیا لیکن وہ مایوس سی تھیں آتے وقت انہوں نے پھر جواب مانگا نورافشاں نے کہا کہ خری فیصلہ ان کے مجازی خدا کا ہوگا۔ یہ بات سن کر ان کا یقین ندرت کی باتوں پر پختہ ہو گیا کہ یقیناً آ شیر کا رشتہ مشکوٰۃ کی مرضی سے آیا ہے ورنہ عباس اور نورافشاں ٹال مٹول سے کام نہ لیتے۔ ندرت نے ہی انہیں اسکا تھا کہ آپ جا کر عباس بھائی سے جواب مانگیں ندرت کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ عباس حافظ اسرار کے علاوہ کسی اور کو ہاں کریں یہاں حسد کا جذبہ ہی کا فر مانا تھا آ شیر کی فیملی حافظ اسرار کے گھر والوں سے کئی گنا اچھی تھی ان کی خواہش تھی کہ عباس بھائی آ شیر کے گھر والوں کو صاف انکار کر دیں۔

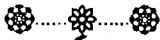
سماویہ نے پورے خاندان میں یہ بات مشہور کر دی تھی کہ آ شیر اور مشکوٰۃ کا فیصلہ چل رہا ہے مشکوٰۃ جس طرح کی لڑکی تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل یقین لگتی تھی کہ وہ بھی کسی لڑکے کے ساتھ چکر چلا سکتی ہے۔ شادی میں جن جن کزنز نے آ شیر کی نگاہوں کی بے باکی نوٹ کی تھی انہیں تو اس بات پر سو فیصد یقین تھا۔



عمرعلوی کا اصرار زور پکڑتا جا رہا تھا وہ تین چار بار آچکے تھے عباس ابھی تک تذبذب میں تھے کہ کس کو ہاں کریں کس کو ناں کریں۔ حافظ اسرار کے بارے میں انہوں نے جاننے والوں سے معلومات کروائی تھی سب ٹھیک ہے کی رپورٹ ملی تھی آ شیر کے بارے میں نوٹ یہی نہیں آتی تھی کیونکہ ان کی بیگم سمیت بہو اور بیٹے کا فیصلہ بھی آ شیر کے حق میں تھا۔ ایک بیٹی وہ پہلے ہی آ شیر کے خاندان میں دے چکے تھے بظاہر کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی آ شیر کی فیملی اسرار کے مقابلے میں بہت اسٹرونگ تھی وہ پھر بھی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔

رات بھر وہ سوچتے رہے بار بار رائے بدلتے رہے فجر کی نماز پڑھ کر خدا سے مدد طلب کی تو سکون سا آ گیا۔ وہ فیصلے پر پہنچ چکے تھے ان کا فیصلہ حافظ اسرار کے حق تھا بے شک آ شیر علوی کی فیملی حافظ اسرار سے مضبوط اور ہر چیز میں بڑھ کر تھی اگر وہ آ شیر علوی کے لیے ہاں کرتے تو خاندان والوں کے دل میں یہ بات پختہ ہو جاتی کہ مشکوٰۃ کا واقعی

تھا۔ محبت نے اسے کتنا بدل دیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خوشی اور سرمستی میں کیا کر ڈالے۔

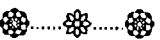


ندامتجو پوکی بیٹی سدرہ کی منگنی حافظ اسرار سے ہو رہی تھی یہی سدرہ اسرار کا مذاق اڑاتی تھی اس کا نام مولوی رکھ چھوڑا تھا اب شاہانہ جوڑے میں لمبوس گرون اکڑائے سب سے مبارکبادیں وصول کر رہی تھی۔ مشکوٰۃ کو کچھ کر عورتوں نے دلی ولی آواز میں باتیں اور اشارے کرنے شروع کر دیے۔ نہ وہ بہری تھی نہ انجان ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں جھلک پڑیں۔ ایک شخص کی وجہ سے وہ اتنی ناقابل اعتبار ہو گئی تھی۔ اسرار کی والدہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں انہوں نے ہنستے ہنستے نور افشاں کو مبارکباد دی تھی ہاتھ ہی ہاتھ کا تیر بھی چلایا۔

”آپ نے بھی بہت اچھا کیا جوان اولاد کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔“ مشکوٰۃ پاس ہی تھی اسے مزید یہاں بیٹھنا دو بھر ہو گیا تھا۔ اس نے شکر کیا جب ای والدہ کی لیے اٹھیں۔



افروز بھی دھوم دھام سے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں مگر عباس صاحب کا ارادہ براہ راست شادی کا تھا افروز نے اپنے گھر فنکشن کیا تھا جس میں مشکوٰۃ کے گھر والوں کے علاوہ بہت سے رشتہ دار اور دوست احباب مدعو تھے انہوں نے اپنی خوشی اس طرح پوری کر لی تھی۔ عباس نے عمر علوی سے کہا کہ آپ اب شادی کی تیاری کریں آخیر تیس سالی کا بیٹہ پورنو جوان تھا اپنا بزنس کر رہا ہے شادی کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔ عمر علوی بھی اسی حق میں تھے کہ شادی میں تاخیر مناسب نہیں۔



فرحان کے ویسے کے بعد آخیر نے مشکوٰۃ کو نہیں دیکھا دوبارہ وہ ان کے گھر بھی گیا ہر کوشش اور خواہش کے باوجود اس کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ پایا۔ عباس صاحب اتنے ماؤرن نہیں تھے کہ اسے گھر بلا کر مشکوٰۃ سے ملاتے۔

رمانا کی زبانی اس کی برتھ ڈے کا پتا چلا تو اس نے خوب صورت سا کارڈ خرید اسرغ گلاب کے پھولوں کا لگے لیا اور رمانا

اسی بہانے وہ ان سے پوچھ سکتی ہے کہ آپ کمرے سے کیوں نہیں نکلے صبح سے شام ہو گئی ہے۔

”بیٹھو مشکوٰۃ!“ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا ان کا چہرہ اضطراب اور پریشانی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

”جی ابوالخیریت ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔

”ہونہہ.....“ انہوں نے ہنکارا بھرا۔

”بیٹا اس گھر میں تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ میں نے تم پرے جانتی کی ہو یا تم پر اپنا کوئی ناپسندیدہ فیصلہ مسلط کیا ہو تو بتاؤ۔“ وہ بغور اس کا چہرہ جانچ رہے تھے۔

”نہیں ابو آپ کیسی بات کر رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔“ وہ تڑپ ہی ہو گئی تھی۔

”بیٹا اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر تم نے مجھ سے نہ سہی اپنی ماں سے ذکر کرو یا ہوتا، شمام کو بتایا ہوتا کہ تم آخیر کے رشتے میں انٹرنل ہو۔ میں اتنا ظالم نہیں ہوں کہ اپنی اولاد کی مرضی کو مقدم نہ جانوں، خیر میں نے عمر صاحب کو ہاں کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تھوڑی دیر تک آجائیں گے کاجے کے مہمانوں کی خاطر مدارت کی تیاری کرو۔“ اس کے حواسوں پر غم گرا کے وہ کمرے سے جا چکے تھے۔ شرم حیا اور غصے سے اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ فطری شرم وحیا کی وجہ سے وہ باپ سے یہ نہیں کہہ پائی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ اپنی صفائی میں وہ ایک لفظ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جب اس سے رائے لی جائے گی تو وہ حافظ اسرار کے حق میں فیصلہ دے گی پر یہاں تو ابواسے بتائے بغیر فیصلہ کر چکے تھے۔ شام کو آخیر کے گھر والے آ رہے تھے مشکوٰۃ کے دل میں جو قیامت پائی اسے ہی پتا تھا۔

افروز بہت خوش تھی کہ آخیر کے پر پوزل پر ہاں کر دی گئی ہے، تلخین نے مناسب نہیں سمجھا کہ اور انہیں اپنے پاس روکے رکھے۔ عاشر نے سیٹ بک کرادی تھی۔ ائر پورٹ پر آخیر انہیں خود لینے آیا تھا خوشی اس کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی کھنڈرے اور شوخ آخیر کا ریوہ پ بالکل نیا

کی خدمات حاصل کی وہ اور فرحان شام کو مشکوٰۃ کے گھر گئے۔ دیے بھی بہت جلدی تھی۔ مشکوٰۃ کے گھر تیاری ہو رہی تھی آشرہ نختی سے کسی بھی قسم کے جہیز سے منع کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہمارے گھر دنیا کی ہر سہولت موجود ہے مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے اس معاملے میں ممّا اور پنا کپٹال طول پر اس کے ہمنوا تھے۔ انہوں نے عباس صاحب سے کہا کہ آپ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

”موسیٰ برتھ ڈے جناب!“ اس نے لگے ہاتھوں وٹس کیا۔  
”تھیں پتا ہے میں سا لگرہ نہیں مناتی۔“ وہ زوشے سین

سے بولی۔

سے اعلیٰ دیں پتا شیر کی خند نے انہیں وہیں روک دیا وہ صرف مشکوٰۃ کے لیے کپڑوں کے کچھ سوٹ لے چکی تھیں، افرورز بیگم نے باقی کسی بھی چیز سے منع کر دیا تھا۔

عباس صاحب نے کچھ رقم مشکوٰۃ کے اکاؤنٹ میں جمع کروادی تھی۔

”جی مجھے پتا ہے پر بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں۔ لویہ کارڈ اور پھول۔“ اس نے شوخی سے دونوں چیزیں اسے دیں۔ سرخ دیکتے گلابوں کا بگے بہت خوب صورت تھا کارڈ کا ڈیزائن بہت دلکش تھا۔ مشکوٰۃ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جواب میں رمانے شوخی سے شانے اچکا دیئے۔ مشکوٰۃ نے کارڈ لفافے سے نکالا اس پر آ شیر کا نام دیکھ کر پھولوں کا بگے اس نے زمین پر دے مارا۔

آشیرائے کمرے کی ڈیکوریشن از سر نو کروا رہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ مشکوٰۃ کو اس کے پاس آ کر کسی کی کا احساس ہو۔  
انٹرٹینر ڈیزائنر نے کمرے کے حساب اور کلر اسکیم کے مطابق سینک کی تھی، اب کمرہ آشیر کی خواہش کے مطابق تھا۔ بس کی تھی تو اس دہرا کے وجود کی، بس بہت جلد وہ اسے بتائے گا کہ وہ کس طرح پہلی نگاہ میں اس کے دل کے تار ہلایا تھی وہ اس کے لیے کتنی خاص ہے۔ ان غصیلی نگاہوں میں جب وہ اپنے نام کے رنگ اترے دیکھے گا تو ان سب رنگوں کو اپنے دل کے منہاں خانے میں قید کر لے گا۔ وہ اسے اپنی تڑپ بے چینی بے قرار یوں کا حال سنائے گا اسے اپنی شکست کا بتائے گا اس کی اتنی محبت پاکر وہ کتنی خوش ہوگی۔ اپنا ہر جذبہ اپنی تمام تر محبت وہ اس کی جھولی میں ڈال دے گا۔ وہ مجبوتوں کے رنگوں سے اسے تار مار لے گا۔

”اتنی جرات اس گھٹیا شخص کی سارے خاندان میں مجھے  
بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور تم یہ اس کے دیئے لوازمات مجھے  
دینے چلا آئیں، مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔“  
مشکوٰۃ کاری ایکشن بہت سخت تھا، زماندا بکھتی رہ گئی۔  
اس صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔  
”آ خر ہوا کیسے؟“ وہ سنبھل کر بولی۔

”تم کو پتا ہے کیا ہوا ہے اس شخص نے مجھے اپنی ہی نگاہوں سے گرا دیا ہے اس کی وجہ سے خاندان میں جھوٹی جگہ باتیں نہیں۔ کیا سمجھتا ہے خود کو؟“ لوفر کہیں کا۔“ مشکوٰۃ کا لفظ لفظ نفرت میں ڈوبا ہوا تھا رمناس کا منہ دھکتی رہ گئی۔

بات ایسی تھی کہ وہ فرحان سے بھی کھل کے نہیں کہہ سکتی تھی آخر کو مشکوٰۃ اس کی کزن بھی۔ شیر کے ساتھ اس کا رشتہ طے ہو چکا تھا فرحان کو وہ مشکوٰۃ کے اس انتہائی سخت ری ایکٹ کا بتائی تو جانے وہ کسا سوچتا۔

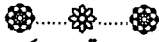
ایکٹ کا بتاتی تو جانے وہ کیا سوچتا۔

آشیر کی طرف سے مہندی لے کر سب آچکے تھے، ساویہ نے جو اس گانے کی ٹانگ توڑی تھی سب انہوئے کر رہے تھے، تھوڑی سی دیر میں آشیر کی طرف سے آئی لڑکیاں بھی یہی گارہی تھیں۔

سدرہ اپنی مکتبی کے بعد بہت خوش تھی سدرہ اور اسرار کی شادی میں انہی نام تھا مگر آشیر نے پہلے میدان مار لیا تھا اسے

”مجھے نہیں لگتا کہ شیر بھائی اور مشکوٰۃ کی بن پائے گی وہ سمجھتی ہے کہ خاندان بھر میں جو باتیں ہو رہی ہیں وہ شیر کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ وہ شیر بھائی کو بالکل پسند نہیں کرتی نہ کوئی ایسا چکر تھا پر سب یہی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں کا چکر تھا اور اب شادی ہو رہی ہے۔“

”مجھے پتا ہے کہ مشکوٰۃ کس نہچر کی ہے، شیر کی غلطی بھی مانتا ہوں پر یہ معاملات دل کے ہیں ان پہ کسی کا زور نہیں چلتا اور تم فکر نہ کرو مشکوٰۃ کی تاپسندیدگی شادی سے پہلے تک ہی ہے اگلے دن دیکھنا سب سیٹ ہو چکا ہوگا۔ عورت مرد کی محبت کتا گے موسم ہو جاتی ہے۔“ فرحان کی اپنی لالچکھی رہنا اختلاف نہیں کر سکتی تھی۔



آشیر کا کرا خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور جابجا سرخ گلاب نظر آرہے تھے۔ دلیز پر پاؤں دھرتے ہی سرخ گلابوں نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ مشکوٰۃ نے تکیے پر بکھرے پھولوں میں سے ایک اٹھایا اسے سونگھا پھر سُر کر فضا میں اچھال دیا اسے بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اس کمرے میں کوئی چیز جیسی اس کی اپنی نہیں ہے سب پر پایا ہے کسی اور کا ہے کیونکہ شیر نے ہر قسم کے جہیز سے منع جو کر دیا تھا۔

یہاں بڑی ایک ایک چیز کا لک کوئی اور تھا اور وہ خود بھی اب شیر علوی کی ملکیت ہو گئی ہے پر نہیں وہ خود کو ہرگز اس کی جاگیر یا ملکیت نہیں بننے دے گی اب وہ پہلے دلیزم و نازک سلجھی ہوئی مشکوٰۃ نہیں ہے جیسے شیر علوی نے پہلی بار دیکھا تھا یہ تو بدنامی اور توہین کے احساس سے ڈسی ہوئی مشکوٰۃ نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس کے لبوں کا پتخ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

دن بھر بیٹھ بیٹھ کر اس کی گردن اور کمر جیسے اڑکھ رہی تھی، لیکن بھائی نے اس کے عام استعمال کے پڑے ڈرینک روم میں لٹکا دیئے تھے مشکوٰۃ سادہ سے کپڑوں کی تلاش میں نظر دوڑا رہی تھی، عین سامنے بیٹگر پر پنک ٹرکی انتہائی نفیس و رسمی ٹائی لنگی ہوئی تھی، مشکوٰۃ کے چہرے کے تاثرات اس

آشیر بدنام ہوا مٹی تیرے لیے یا کر کر کے زکام ہوا مٹی تیرے لیے کام یہ بھی کمال ہوا مٹی تیرے لیے مشکوٰۃ کے نام کو سادہ سے مٹی بنا دیا تھا۔ سادہ سے کوئی چھٹی بار اس گانے کو اسٹارٹ کیا یہی تھا کہ کسی نے کہا۔ ”مٹی کو اور کتنا بدنام کرنا ہے یار“ بات مذاق میں کہی گئی تھی اسے سانس عورتوں کے جبر مرث میں مشکوٰۃ بیٹھی تھی اس کے چہرے پر گھونگھٹ تھا وہ نہ اس کی آنکھ سے گرتے آنسو صاف نظر آتے وہ سب کچھ سن رہی تھی سادہ شاید اس کا صبر آزمای رہی تھی ایک بار پھر تان اڑائی۔ مٹی بدنام ہوئی آشیر تیرے لیے

زور کا قہقہہ پڑا۔ ”لجو مٹی پھر ایک بار بدنام ہو گئی ہے۔“ کوئی شرارتی لڑکی بولی تھی تب مشکوٰۃ کو یوں لگا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا وہ صبر نہیں کر پائے گی یہاں سب کے سامنے نام لے لے کر اس کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ وہ آشیر کو معاف کرنے والی نہیں تھی کسی صورت بھی نہیں۔ آج اس شخص کی وجہ سے سُر محفل اس کا مذاق اڑایا گیا۔ وہ کس کس کتا گے اپنی صفائی پیش کرنے پہلے ہی ابو کے سامنے اس کا سر جھک گیا تھا اسے یوں لگتا جیسے ہر شخص اسے مشکوک مذاق اڑائی لگا ہوں سے دیکھ رہا ہے۔

شادی سے دو دن پہلے اسے تیز بخار ہو گیا، رہنا ادھر ہی تھی ڈاکٹر سے فواد بھائی روائی لائے تھے پر اس کا بخار کم نہ ہوا۔ رات بھر وہ بدیاں بیتی رہی رہنا اس کے پاس اس کے کمرے میں ہی لیٹی تھی۔ مشکوٰۃ کا بخار بہت تیز تھا جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا اور وہ بڑبڑائے جا رہی تھی۔

”تم نے مجھے بدنام کر کے رکھ دیا ہے آشیر علوی! میں تمہیں بدنام کر دوں گی! میں تمہیں اپنے اتھ سے قتل کروں گی۔“ چنانچہ وہ کیا کیا بول رہی تھی رہنا پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے دل پر مشکوٰۃ کی حالت دیکھ کر بے پناہ بوجھ تھا دوسرے دن وہ کپڑے لینے کے لیے گھر آئی تو اس سے بد باتیں گئیں رات مشکوٰۃ کے منہ سے اس نے جو سافر حال کو بتا دیا۔

وقت بہت خوفناک ہو رہے تھے۔  
 ”آ شیر علوی! تمہارے تو میں سارے ارمان ایک ایک کر کے خاک میں ملاؤں گی۔“  
 آج کچھ گھنٹے قبل جب اس کی رخصتی ہوئی تھی تو سب گھر والے اس سے مل کے روئے تھے پر اب اسے گلے لگاتے ہی دور ہٹ گئے تھے یوں لگ رہا تھا ان میں پہلے والی محبت و شفقت مفقود ہے، فواد بھائی اور تانیا ابونے اسے تمام کر گاڑی میں بٹھایا تھا عباس صاحب پیٹھ موڑے اپنے آنسو خشک کر رہے تھے۔  
 بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔  
 ”محبت روح سے بہت خوب..... اپنی جسمانی ہوں تو تم نے روح سے محبت کا نام دے دیا تمہیں اگر میری روح سے اتنی محبت تھی تو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں مجھ سے نکاح کیا؟ تمہیں تو میری روح سے محبت تھی ناں، کرتے رہتے روح سے محبت۔ میرے ابو اسرار کی فیملی کو ہاں کرنے لگے تھے تم نے درمیان میں آ کر مجھے ان کی نگاہوں سے بھی گرا دیا۔ تم کلام پاک پر اتھار رکھ کر قسم کھا سکتے ہو کہ تمہیں میری روح سے محبت ہے؟ نہیں! اپنی ہوں کو چھپانے کے لیے تم نے خوب صورت جملہ گھڑا ہے۔ محبت کا نام نہ دو۔“  
 مشکوٰۃ کا لفظ لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا یہ زہر پہلے الفاظ اس کے نرم و نازک احسوسوں سے ادا ہو رہے تھے، انہی ہونٹوں سے جن کی زناہت کو وہ کچھ دیر پہلے محسوس کرنا چاہا تھا۔

”مجھے بتاؤ محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے؟ اگر تم جیسے لوگوں کو کیا ہوتا ہوگا اس فرق کا تم مرد ہو مجھ سے طاقتور ہو میں ایک کمزوری لڑکی ہوں تم مھلوں کی طرح مجھ سے کھیلو گے میں کچھ نہیں کر پاؤں گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مزاحمت کروں گی۔ تم میری مزاحمت کا گلا گھونٹ دو گے، میں ذہنی طور پر اپنی شکست تسلیم کر چکی ہوں، میں کوئی احتجاج نہیں کروں گی کیونکہ مجھے پتا ہے جیت تمہاری ہی ہوگی ہوس کی ہی ہوگی۔ یہ صبح تمہاری فتح کے ساتھ طلوع ہوگی۔“ بولتے بولتے مشکوٰۃ کا سانس پھول چکا تھا یکدم ہی وہ خود کو انتہائی کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ اسی پوزیشن میں تھی آ شیر جہاں

دروازہ کھلتے ہی قدموں کی چاپ ابھری پرفیوم اور کلون کی ملی جلی مہک بھی اب گلاب کے پھولوں کی خوشبو کے ساتھ شامل ہو گئی تھی، مشکوٰۃ نیکی کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی دوپٹا اس کے چہرے سے ہٹا ہوا تھا آج کوئی آثر اور پردہ اس کے اور آئینے کے درمیان نہیں تھا۔  
 وہ دھیرے سے اس کے قریب جا کر بیٹھا تھا، مشکوٰۃ کی گردن اوپر اٹھی ہوئی تھی اور آنکھیں آ شیر پر مرکوز تھیں یہ آنکھیں اور یہ دیکھنے کا انداز ہرگز ایک نئی نئی شرمیلی ہوئی لہجہ کا نہیں تھا اس کے گاتے پر بھی وہ اس طرح بیٹھی رہی۔  
 ”اسلام علیکم!“ آ شیر کی آواز میں وارنٹی اور بے پناہ خوشیوں کی چمک تھی جواب میں مشکوٰۃ کے لب باہم پیوست ہی رہے۔

آ شیر اس کے بہت قریب تھا آج نہ تو کوئی اس کا فاف مشکوٰۃ کے سر پر تھا اور نہ کسی دوپٹے نے اس کے وجود کو ڈھانپ رکھا تھا جو اس کے جوہن کی خوب صورتی چھپ جاتی آج تو وہ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں بھی سرخ رنگ والی انگلی کو بھی چھو سکتا تھا۔ مشکوٰۃ کے عروسی ہوشربا وجود کی ساری خوب صورتیاں ہی تو سامنے تھیں۔

”سلام کا جواب تو دے دیں۔“ آ شیر کی ہنسنی آواز شرارت سے ابھری تب مشکوٰۃ کے سارے وجود میں ہلچل مچی۔  
 ”میں تمہیں سلامتی کی دعا نہیں دے سکتی کیونکہ میں کبھی بھی نہیں چاہوں گی کہ تم جیسے لوگ سلامت رہیں، تم جیسے



مطابق فریڈم اور کون لگایا وہ اب کل والا شیر ہی نظر آ رہا تھا مضبوط اور گہرا۔

”آئیں مشکوٰۃ! ناشتے کے لیے نیچے چلتے ہیں۔“ عمارہ بھابی مشکوٰۃ کو ناشتے کے لیے لے جانے آئیں، مشکوٰۃ کو قدرے سکون کا احساس ہوا۔

نیچے ڈائننگ ہال میں انہی کا انتظار ہو رہا تھا! افروز نے کھڑے ہو کر مشکوٰۃ کا ہاتھ چومنا اور اسے اپنے پاس ہی کرسی پر بٹھالیا۔ سب ہی مشکوٰۃ کا حال احوال دریافت کر رہے تھے ہر ایک کے انداز میں اپنا ہیبت و گرجوٹی تھی۔ اتنی پذیرائی کا اس نے تصور نہیں کیا تھا! افروز نئی اور عمر انکل اسے محبت کرنے والے سادہ دل والے لگے تھے۔ عاشر ایسا بھابی کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے مشکوٰۃ برسوں سے اسی گھر میں رہتی آ رہی ہے اپنے رویے سے انہوں نے اجنبیت کی دیواریں گرا دی تھیں۔

”اب اس گھر کو اپنا ہی سمجھو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہو۔ عمارہ اور کلین کی طرح اب تم بھی ہماری بیٹی ہو۔“ عمر انکل بالکل ابوکی طرح بول رہے تھے اس کی اجنبیت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی اس میں سارا کمال عمر انکل اور افروز آئی کی محبت کا تھا۔

ناشتے کے بعد کافی دیر وہ دونوں اس کے پاس بیٹھے رہے شام میں دیرمہ تھا کلین بھابی نے کہا۔

”تھوڑی دیر آ رام کرو۔“

”نہیں میں ادھر ٹھیک ہوں۔“ اس نے سہولت سے منع کر دیا تنے میں رہنا اور فرحان بھابی چلتے آئے۔

افروز انہی مہمان عورتوں کے پاس تھیں رہنا مشکوٰۃ کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ بخور اس کا چہرہ جانچ رہی تھی۔ مشکوٰۃ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی رہنا کو محبت ہی نہیں ہوئی کچھ پوچھنے کی آ شیر البتہ ہشاش بشاش اور پرسکون نظر آ رہا تھا اسے قدرے ڈھارس ہی ہوئی۔

وہیسی کی تقریب سے پہلے مشکوٰۃ کے گھر والے لگے وہ پارے سے تیار ہو کر آ چکی تھی سب سے یوں ملی جیسے صدیوں بعد ملی ہو۔ عباس صاحب نے لمبے چوڑے شیر کو خود سے لپٹا لیا اب وہ ان کا داماد تھا وہ سب سے عزت و گرجوٹی سے ملتا

بیٹھا تھا آٹھ کھڑا ہوا۔

”مشکوٰۃ آپ صبح کر کے ریٹ کریں۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولتا میرس میں جا کھڑا ہوا۔

”آ شیر علوی! یہ بھی تمہاری چال ہے۔“ وہ اب بھی زہر خند تھی۔

دونوں بازو سامنے دیوار پر لٹکائے وہ آ کے کی طرف جھکا

ہوا تھا نیچے لان اور گیٹ کے سامنے اسٹریٹ لائٹ جل رہی

تھی سارا ہنگامہ اور شور م توڑ چکا تھا۔ دائیں پارکٹ میں سے

آ شیر نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگائی۔ یاسر

اور عاشر بھابی سمیت پانچ بھی اسونگ نہیں کرتے تھے اسے

یلت کالج کے آخری سال میں گئی تھی اب کوشش کے باوجود

بھی وہ اس سے پچھتا نہیں جھڑاسکتا تھا۔ پریشانی اور اضطراب

میں اس نے اکٹھے ٹی سگریٹ چھوٹک ڈالے پرسکون تھا کہ

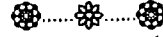
پھر بھی نہیں مل رہا تھا۔ اپنی محبت اپنی چاہت اپنی آرزو کو کتنی

صوم و دھام سے اسے اپنے گھر لایا تھا اس کے جملہ حقوق آ شیر

کے نام محفوظ ہو چکے تھے وہ اس کی بن گئی تھی۔

”تو یہ تھا اس محبت کا انجام آ شیر علوی!“ کوئی اس کے

اندر بولا تھا۔



رات کے زخم ابھی ہرے تھے جب ہی صبح کلین بھابی

نے دروازہ بجایا تو وہ بمشکل اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول

پایا صبح صادق کے قریب وہ آ کر صوفے پر لیٹا تھا اب

سائے نوٹج رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے ہی آٹھ کے دروازہ کھولا

وہ ہاتھ روم میں بند ہو گیا نہیں چاہتا تھا کہ کلین بھابی رات کی

تحریر اس کی آنکھوں میں پڑھ لیں۔

”بھئی ناشتے پر آپ دونوں کا انتظار ہو رہا ہے تیار ہو کر

فورا آؤ۔“ کلین بھابی وہیں سے پلٹ گئیں، مشکوٰۃ بیڈ کے

کنارے تک گئی نیا گھر نے کلین تھے اسے اجنبیت سی

ہو رہی تھی۔ آ شیر کب کرے میں آیا کب سویا اسے کچھ خبر

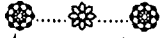
نہیں تھی اسے پتا تھا آ شیر علوی اسے متاثر کرنے کے لیے خود

سے پیش قدمی نہیں کر رہا ہے اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس سے

متاثر ہونے والی نہیں تھی۔

آ شیر نہا کر ہاتھ روم سے نکلا بال بنائے عادت کے

مشکوٰۃ نے اسے ہوس کا اسیر غلام کہا تھا اس کے سارے نرم و کوئل جذبہ اپنی موت آپ مر گئے تھے اب تو دور دور تک دیر لگی تھی اور ابھی جب وہ اس کے قریب رکا تھا تو اس کے تاثرات میں کتنی بے یقینی تھی وہ اپنی ہی نگاہوں میں گرسا گیا تھا۔ مشکوٰۃ اسے اتنا ناقابل اعتبار تصور کر رہی تھی کسی ڈاکو اور لیرے کی طرح وہ اس پر شب خون مارے گا۔



شادی کے بعد اس کی سب سے پہلی دعوت اوپس نے کی تھی اس نے سرینہ ہٹل میں ان دونوں کے لیے پہلے سے ٹیبل ریزرو کر لی تھی، مشکوٰۃ کی شادی کے کپڑے سب ہی بہت نفیس اور کمدار تھے شادی سے پہلے وہ سادہ حلے میں رہتی تھی ریشمی کپڑے بہت کم پہنتی تھی شکر ٹکین اور عمار نے اس کے لیے ایک سے ایک سوٹ خریدا تھا پہلے وہ میک اپ بھی نہ ہونے کے برابر کرتی تھی اب روزنک سک سے تیار ہوتی تو افروز بیگم نہال ہو جاتیں۔

عمارہ بھابی نے دعوت پر جانے کے لیے اس کا جو سوٹ نکالا تھا وہ کارپورائرسن کلر میں تھا آئینہ نے خود لیا تھا خالصتا اس کی چوائس تھی ٹکین بھابی نے ناں ناں کرنے کے باوجود اس کا میک اپ بھی کر دیا وہ بہت ہوا تو لب اسنک لگا لیتی تھی۔ ”اتنا خوب صورت سوٹ ہے جیو لری ہے میک اپ میں اچھی لگو گی یہی دن ہیں فرصت کے بعد میں چوائس چوائس گود میں آئیں گے تو انہی کے پیچھے بھاگتی رہو گی۔“ ٹکین بھابی نے چھپڑا تو اس کے رخسار تپ گئے آئینہ بھی قریب بیٹھا مشکوٰۃ کی تیاری کے انتظار میں تھا اس نے تو بھابی کے مذاق کو بہت انجوائے کیا پر مشکوٰۃ سے اداکاری نہیں ہو پارہی تھی اس نے شکر کیا جب بھابی میک اپ کے لوازمات اٹھا کر گئیں۔

افروز انہی گاڑی تک مشکوٰۃ کو چھوڑنے آئیں۔

اوپس انہی کے انتظار میں تھا اس نے خوشدلی سے مشکوٰۃ سے دعا سلام کی، ہلکی پھلکی مکپ شپ ہو رہی تھی۔

”بھابی یقین کریں جب اس نے کہا کہ مجھے محبت ہوگئی ہے تو ہم فرینڈز میں سے کسی کو بھی اس کی بات کا یقین نہیں

عباس نے مشکوٰۃ کا چہرہ دیکھا وہ قدرے اداس نظر آ رہی تھی شاید اپنے سب گھر والوں کو درمیان پا کر گزر اوقت یاد آ گیا تھا جو وہ بول اداس ہی تھی۔

ویسے کے بعد جو بھی مہمان رخصت ہوئے آئینہ کچھ دوستوں کے ساتھ باہر نکل گیا مشکوٰۃ تھکی ہوئی تھی رات بھی کافی ہو چکی تھی استے شیر کی طرف سے خوف بھی تھا ذہنی طور پر وہ ہار مان چکی تھی پر ہتھیار بھینکا نہیں چاہتی تھی وہ جلد ہی لوٹ آیا تب تک وہ بھاری بھر کم کپڑوں سے جان چھڑا چکی تھی۔

آئینہ سو نے پر بیٹھا شوژ اتار رہا تھا پھر کوٹ اتار کے صوفے پر بے پروائی سے ڈالا اس کے بعد ٹی کی ناٹ ڈھیلی کی بے شک مشکوٰۃ آنے والے لمحات سے شکست مان چکی تھی پر اب اسے خوف محسوس ہو رہا تھا آئینہ کے چہرے پر غصہ تھا اوڑھنوں میں سر نہی تھی وہ اسی حال میں اٹھ کر تھک رہا تھا بند ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اسی کی طرف آ رہا تھا اس کا دل بہت ہی تیزی سے چھڑکنے لگا کہیں جائے فراغتیں تھی۔

”میں ساتھ والے روم میں سونے جا رہا ہوں“ مین ڈور میں نے لاک کر دیا ہے صبح آپ جب آئیں تو میرا دروازہ ناک کر دیجیے گا، میرا خیال ہے آپ بہت سمجھدار ہیں میں جو کہہ رہا ہوں آپ اچھی طرح جان گئی ہوں گی۔“ خوف کا طلسم چھناکے سے ٹوٹا تھا وہ جاچکا تھا مشکوٰۃ کے سینے سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔

”ہونہنہ! میرے مرنے کی ناکام کوشش۔“ ایک بار پھر اسے سوچتے ہوئے وہ زہرا لود ہو رہی تھی اٹھ کر اپنا دروازہ اس نے اندر سے لاک کیا۔

یہ گھر ڈبل اسٹوری تھا آئینہ اوپر والے پورشن میں تھا شروع سے ہی وہ ادھر سوتا تھا اب تو اوپر رہنے کی عادت پڑ گئی تھی اوپر تین بیڈرومز کے ساتھ ایک ماسٹر بیڈ روم بھی تھا اور گیسٹ روم اس کے علاوہ تھا وہ ماسٹر بیڈ روم میں سویا تھا ادھر ڈشرب کرنے والا کوئی نہیں تھا اس پورشن کا داخلی دروازہ سیزجیو کے اختتام پر تھا وہ اس نے سونے سے پہلے لاک کر دیا تھا نہیں چاہتا تھا کہ اتنی جلدی یہ تماشہ سب پر عیاں ہو جائے اپنی عزت نفس اور انا اسے بھی تو عزیز تھی۔

روئے سے ظاہر کریں میں کبھی بھی برداشت نہیں کروں گا۔ ہم دونوں عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ بھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کے گھرانے کی عزت پر حرف آئے سوا سندھ خیال رکھیے گا دکھاوے کے لیے یہی سبھی میرا ساتھ دیں آخر میں بھی تو بھرم بھار ہا ہوں۔“ وہ سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے بولا۔

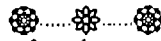
انجانے میں خاندان اور عزت کی بات کر کے آئیں اس کی دھڑکی رگ پر انگلی رکھی تھی اور یہ اس کا کمزور پہلو تھا۔ باقی کاسفر خاموشی میں طے ہوا آئیں پھر کچھ نہیں بولا۔



شادی کے بعد دوحس منٹاتے ہوئے مہینہ تو گزری چکا تھا ہر روز ہی وہ کہیں نہ کہیں انوائٹ ہوتے آخری دعوت فائتہ اور روئیل نے دی تھی۔

آئیں کی شادی سے پہلے فائتہ اسے پسند کرتی تھی دل سے چاہتی تھی کیا آئیں اس کا ہو جائے پر بات ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھی اس کے منہ سے محبت کا اظہار سن کر وہ بہت ہنسنا تھا تب وہ وہیں چپ ہوئی تھی کیا آئیں کی شادی کے بعد اب روئیل اسی کے ساتھ نظر آتی تھی۔ وہ دونوں مشترکہ طور پر اسے انوائٹ کر رہے تھے فائتہ کے بارے میں آئیں کی ٹیلی کو پتا تھا اس نے فون کر کے افروز آئی سے بات کی تھی اور دعوت کا بھی اس نے ان ڈائریکٹ پہلے ان سے کہا بعد میں آئیں سے بات کی تھی۔ اگر وہ ماسے بات نہ کر چکی ہوتی تو وہ یہ دعوت قبول نہیں کرتا۔ فائتہ کی اپنے بارے میں پسندیدگی سے وہ اچھی طرح آگاہ تھا۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کیا آئیں کی محبت کسی ہے ساتھ ہی وہ اسے جلاتا بھی چاہتی تھی روئیل اس کے ساتھ ہوتا وہ اسے بتاتی کہ مجھے ایک اور قدر دان مل گیا ہے۔



عین وقت پر روئیل کو کوئی ایمر جنسی پیش آگئی تھی سو فائتہ نے ان کا استقبال اکیلے ہی کیا۔ فائتہ کی ماما کی بہت پہلے وفات پا چکی تھی ڈیڈی نے دوسری شادی کر لی تھی اپنے بزنس کی وجہ سے وہ ملک بھر میں گھومتے رہتے تھے ان کی

تھا کیونکہ یہ ہر لڑکی کو عام سی ہے کچھ خاص نہیں ہے اس میں کہہ کر انکو رد کیا۔ ہم اس کے گھر گئے جناب بیمار ہو کے پڑے ہوئے تھے وہیں سے پتا چلا کہ آپ کے شوہر نامدار کو محبت ہوگئی ہے۔ بھائی واقعی آپ بہت خاص ہیں جب تک آپ کو دیکھا نہیں تھا کچھ رائے نہیں تھی کیونکہ میں بھی سمجھتا رہا کہ آئیں کی محبت اس کی فرینڈز کی طرح ہی ہوگی لیکن اب میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایسی ہیں جیسی آئیں کہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کریں۔“

اولیس شروع ہوا تو بولتا گیا آئیں پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اس کے راز بتا رہا تھا مشکوٰۃ پہلے ہی اس کے بارے میں اتنی بڑی رائے رکھتی ہے پتا نہیں اب کیا سوچے گی وہ ندامت سے عرق آلود ہو رہا تھا۔ لائف پہلے ہی مشکل تھی یہ اولیس گھماڑا سے مشکل ترین بنانے پر تیار ہوا تھا کاش وہ اولیس کا منہ اور فراتے بھرتی زبان بند کر سکتا۔

”اب ذرا کس کے رکھیے گا کیونکہ ان کی فرینڈز ان کی شادی کے بعد کافی غم زدہ ہیں۔“ اولیس نے اپنے تئیں بہت خلوص سے مشورہ دیا تھا مشکوٰۃ بہت دلچسپی سے سن رہی تھی اولیس نے جانے کب کب کے بدلے چکائے تھے۔

”سوئیٹ ہارٹ اس کی باتوں پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ آئیں مشکوٰۃ کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس کی طرف جھک کر پیار سے کہتے ہوئے جانے اس نے اولیس کو کیا جتانے کی کوشش کی تھی۔ شاید یہی کہ وہ اس پر اعتبار کرتی ہے وہ جس طرح تیزی سے پیچھے ہوئی صد شکر کہ اولیس نے نہیں دیکھا ورنہ بھی اس کی ساری محبت کا بھرم کھل جاتا۔

وہ کتنی روکھی اور سردھی لوگوں کے سامنے زردادیر کو ہی سہی اس کا نام تو رکھتی اولیس کے سامنے وہ ہنستا مسکراتا ہر جو بھی اجازت لے کر کھانے کے بعد وہ اپنی گاڑی تک پہنچا اس کے تاثرات بھی سخت ہو چکے تھے۔ پارکنگ لاٹ سے اس نے تیزی سے گاڑی نکالی اور روڈ پر آتے ہی گاڑی چلانے کے ساتھ ہی سگریٹ سلگایا۔

”مشکوٰۃ! مجھے پتا ہے آپ کے دل میں میرے لیے رتی بھر بھی جگہ نہیں ہے لیکن یہ بات آپ سب کے سامنے اپنے

آنے والی حسرت کو چھپانے میں ناکام ہو رہی تھی۔  
 ”آف کورس“ آ شیر نے اپنا بازو مشکوٰۃ کے کندھے پر  
 پھیلاتے ہوئے اسے لمحہ بھر کے لیے اپنے قریب کیا تھا۔  
 آ شیر کا یہ ایکشن اتنا غیر متوقع تھا کہ مشکوٰۃ کو کچھ کہنے یا  
 ناگواری دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔

”اچھا تمہیں مشکوٰۃ کی کس چیز یا بات نے متاثر کیا؟“  
 ”میری وائف میں متاثر کرنے والی بہت سی چیزیں ہیں  
 مگر اسے بتا ہے کہ ایک لڑکی جس نے کل کو کسی کی بیوی بھی  
 بننا چاہے کس طرح رو رہا تھا۔“

(اوارا کر کہیں کا وہ غلامناحق) مشکوٰۃ جی ہی جی میں جل  
 بھن سی گئی۔

وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی جبکہ فائقہ بڑی  
 فرصت میں بیٹھی تھی باتوں کے دوران وہ بڑی بے تکلفی سے  
 آ شیر کا ہاتھ پکڑ لیتی اس کے کندھے پر دھبہ رسید کرتی۔ وہ  
 صوفے پر آ شیر کے بالکل قریب بیٹھی تھی وہ ایسی ہی بے  
 تکلف تھی۔ آ شیر نے آج کوئی پروا نہیں کی تھی واپسی پر وہ  
 دونوں کو گیت تک چھوڑنے آئی۔

واپسی پر اس کا سامنا سب سے پہلے عمارہ بھابی سے ہوا  
 انہوں نے چھوٹے ہی پوچھا۔  
 ”فائقہ کسی لگی تمہیں؟“

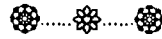
”اچھی ہے بس بولتے بہت زیادہ ہے۔“ اس نے سچائی  
 سے اپنے خیالات کو بیان کیا۔

”ہاں یہ تو تھیک کہہ رہی ہو تم۔“ انہوں نے ہاں میں ہاں  
 ملائی۔ اتنے میں آ شیر بھی گاڑی لاک کر کے اوجھڑ گیا۔ عین  
 بھابی اور عاشق بھائی پر سوں دوبارہ سعودیہ واپس جا رہے تھے وہ  
 ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کافی دیر گپ شپ ہوئی رہی وہ جب  
 سونے کے لیے اوپر گیا تب مشکوٰۃ نیچے ہی تھی وہ اس کے بعد  
 اوپر آئی اور سیڑھیوں کا دھکی دروازہ لاک کرتا بھول گئی۔ دیر  
 سے سوئی تھی کی آنکھ بھی دیر سے کھلی وہ بھی دروازہ ناک کرنے

پر۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے وال کلاک کی طرف  
 دیکھا جو ساڑھے دس کا نام بتا رہا تھا آتی دیر وہ کبھی نہیں سوئی

دوسری بیوی بھی بزنس وہ دن تھی وہ ان کے ساتھ ہی ہوتی۔  
 فائقہ اکثر و بیشتر اسکی ہی رہتی، بزرگ فیملی سے تعلق رکھنے کی  
 وجہ سے اس کی لڑکوں سے دوستی بھی تھی جو ان کے ہاں کوئی  
 ایسی معیوب بات نہیں تھی۔ آ شیر سے اس کی ملاقات اتفاقاً  
 طور پر ہی اس کے آفس میں ہوئی تھی فائقہ کو وہ اچھا لگنے لگا  
 پھر جوں جوں وہ اس سے واقف ہوتی گئی یہ پسندیدگی محبت  
 میں بدل گئی کیونکہ وہ ایک حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھتا تھا  
 اور فائقہ یہ حد تو ذکر اس کے قریب ہوتا چاہتی تھی آ شیر نے  
 نوبت ہی نہیں آنے دی اور شادی کر لی۔

فائقہ نے دوستوں کی زبانی سنا تھا کہ بڑی زبردست  
 محبت کے بعد شادی ہوئی ہے فائقہ اس خوش نصیب لڑکی کو  
 دیکھنا چاہتی تھی آ شیر کی محبت جس کا نصیب بنی تھی۔



گاڑی کا بارن سنتے ہی فائقہ خود خوش آمدید کہنے کے  
 لیے باہر آئی وہ اپنے بے پروا حلیے میں ٹھنڈے ٹراؤزر کے اوپر  
 سلیولیس ٹاپ جس کے گہرے گلے سے گردن میں جھولتا وہ  
 پینڈینٹ پہلی نگاہ میں ہی توجہ مبذول کروا رہا تھا۔ سنہرے  
 اسٹپ میں کٹے بال جو بے پروائی سے کندھے پر پڑے  
 تھے۔ آ شیر کے ساتھ اس نے پرانے انداز میں گر جھکی سے  
 مصافحہ کیا اور مشکوٰۃ سے گلے ملی۔ وہ غور سے مشکوٰۃ کو دیکھ رہی  
 تھی آ شیر کی وائف تو بہت سادہ سی تھی پہلی نظر میں تو اسے  
 اچھی خاصی باپوی ہوئی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ آ شیر نے کسی  
 دھانسا پ نو ڈیٹ قسم کی لڑکی سے شادی کی ہوگی پر یہاں تو  
 صورتحال ہی اور تھی آ شیر کی وائف نے اسکا راف سے سر  
 ڈھانپ رکھا تھا پوری آستین کی شرٹ پہنی تھی اور سلیو سے  
 دو بیٹہ اوڑھا ہوا تھا آ شیر مشکوٰۃ کو سمجھا کے لایا تھا اس لیے وہ  
 خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

”اچھا آ شیر! مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ”مشی“ سے کب  
 محبت ہوئی؟“ اتنا دیر سے دل میں چلتا سوال وہ لبوں تک  
 لے ہی آئی۔

”چار ماہ دس دن پہلے۔“ آ شیر نے جھٹ جواب دیا۔  
 ”بہت محبت کرتے ہو مشی سے؟“ فائقہ لہجہ میں در

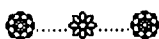
”اتنے چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا نہیں ہوتے۔“ اس کے علاوہ وہ آشرے اور کیا کہتی پر مشکوٰۃ کا شرمندگی سے برا حال تھا۔

آشرے اس وقت اوپر گیا اور پھر سے اپنی چیزیں پرانے بیڈ روم میں منتقل کیں وہ نہیں جانتا تھا مہاراجا کا جھوٹ کھلے۔ رات مشکوٰۃ اوپر آئی تو آشرے بیڈ پر درازی دی ویکھ رہا تھا۔ ”میں کوئی رسک نہیں لے سکتا آپ نے مہاراجا کو یہ ملاحظہ کیا ہوگا“ آج انہوں نے چوری پکڑی کل کوئی اور پکڑے گا۔ یہ تو مہمیں چپ ہو گئیں لیکن کسی اور نے دیکھا تو خاموش نہیں رہے گا۔ مجھے تماشہ بنانا گوارا نہیں ہے مگر میں جلد ہی اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لوں گا۔ وہ سامنے صوفہ پر اُپے آپ سوجا میں اعتبار تو آپ کرتی نہیں ورنہ بیڈ حاضر تھا۔“ آخر میں اس کے لہجے سے شوخی چھلک پڑی پر اپنی پریشانی میں مشکوٰۃ کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔

ناچار وہ صوفے پر سکر کر لیٹ گئی بڑی دیر بعد آنکھ لگی تھی۔ آشرے بہت دن بعد اپنے بیڈ روم میں سکون کی نیند سویا تھا۔ صبح پھر بھانے سے اوپر آئی آشرے اپنے بیڈ روم میں ہی تھا انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ان کا شک ختم ہو چکا تھا۔



آشرے نے اپنی ٹریول ایجنسی کی ایک برانچ سعودیہ میں قائم کرنے کا کہہ کر پورے گھر کو پریشان کر دیا تھا، سعودیہ میں برانچ کھولنے کا مطلب تھا اس کا پاکستان سے باہر جانا۔ افروز کو گوارا نہیں تھا عاشر پہلے ہی ملک سے باہر تھا پانے بھی زور لگایا کہ وہ اپنا ارادہ بدل دے پر وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔ عاشر اور نگین کے جانے کے ایک ہفتے بعد آشرے بھی سعودیہ چلا گیا اسے وہاں جا کر اپنے بزنس کے لیے سازگار ماحول اور جگہ تلاش کرنی تھی اور اس میں وقت لگنا تھا۔



آشرے کے جانے کے بعد افروز کے کہنے پر مشکوٰۃ نے نیچے ہی کے ایک کمرے میں آگئی تھی۔ دن بھر وہ عمارہ بھابی اور ان کے بچوں کے ساتھ رہتی رہتی یکے جانے کا موڈ ہوتا تو یا سہر بھائی افروز آگئی ڈرائیور کے ساتھ جا کر خود چھوٹا تیسرا شیکو

تھی۔ صبح فجر کی نماز کے وقت مشکل سے آنکھ کھلی تھی نماز پڑھ کر وہ پھر سو گئی تھی باہر دروازے پر افروز آگئی تھیں وہ شرمندہ تھی۔

”بینا آشرے کو جگاؤ“ نیچے فرحان آیا ہے رات آشرے کا سیل نیچے ہی رہ گیا، فرحان فون کرتا رہا اب خود آیا بیٹھا ہے کوئی کام ہے شاید۔“ بات کرتے کرتے افروز کی نگاہ اندر کمرے کی طرف چلی گئی وہ اس زاویے سے کھڑی تھیں کہ بیڈ انہیں صاف نظر آ رہا تھا اور آشرے نہیں تھیں۔

”آشرے کہاں ہے“ باتھ روم میں ہے؟“ انہوں نے پوچھا تو مشکوٰۃ گڑبڑا گئی۔

”ہاں ہاں..... نن..... نہیں.....“ مشکوٰۃ کی گھبراہٹ انہیں پریشانی میں ڈال گئی وہ اندر آگئیں۔ باتھ روم کا دروازہ کھولا اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

”آشرے کہاں ہے؟“ ان کی جا چٹتی نگاہ مشکوٰۃ پر جمی تھی اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا اتنے میں آشرے خود ہی بیدار ہو کر ادھر چلا آیا افروز کا ہاتھ کھٹکا تھوڑی دیر بعد انہوں نے ماسٹر بیڈ روم میں جھانک کر تصدیق بھی کر لی کہ آشرے رات یہیں گزاری تھی، ابھی سوال جواب کا وقت نہیں تھا اس کام کو انہوں نے بعد کے لیے اٹھا رکھا کیونکہ ابھی فرحان آیا ہوا تھا۔

آشرے شرم کو واپس آیا تو اس کی جواب طلبی ہوئی وہ سمجھ گیا کہ اس کا راز کھل گیا ہے۔ یہ سب مشکوٰۃ کے بے وفائی کی وجہ سے ہوا تھا مشکوٰۃ پہلے سے سر جھکائے ان کے پاس بٹھی تھی۔

”تم الگ بیڈ روم میں کیوں سو رہے تھے..... ایسا کب سے ہو رہا ہے؟“

”مہاراجا رات کو ہی ادھر سویا تھا۔“ اس نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

”کیوں سوئے تھے ادھر؟“

”اصل میں مہاراجا کی طبیعت خراب تھی اس لیے میں ماسٹر بیڈ روم میں ہو گیا تھا۔“ وہ جیسے سب کچھ سمجھ گئی تھی آشرے کی بے صبری سامنے بھی یقیناً مشکوٰۃ خفا ہوئی ہوگی جس کے بعد دونوں کی لڑائی ہوئی ہوگی اور آشرے الگ کمرے میں جا کر سو گیا ہوگا۔ انہوں نے کڑی سے کڑی جوڑی اور مطمئن ہو گئیں۔

”مما اب تو میرا آنا جانا لگا رہے گا پندرہ دن سعودیہ تو پندرہ دن پاکستان میں۔ یہاں کے معاملات بھی تو میں نے ہی دیکھنے ہیں۔“

”ٹھیک ہے، نما میں لے جاتا ہوں پھر وہ بھی میرے ساتھ پندرہ دن یہاں اور پندرہ دن سعودیہ میں رہے گی بلکہ ایسا کرتا ہوں اسے سعودیہ میں ہی چھوڑ دوں گا کہاں میرے ساتھ روز روز سفر کرتی پھرے گی۔“

”تمہارے بغیر بہت اداں رہی ہے وہ۔“ ماما کے بتانے پر اس کا دل چاہا زور زور سے ہنسنے انہوں نے تو اسے لطیفہ سنایا تھا کہ وہ اس کے بغیر اداں رہتی ہے۔ واپس آئے ہوئے

”آدھے گھنٹے سے تین بار تمہارا پوچھ چکا ہے میں نے سوچا تمہیں سرسرا راز دوں۔“ عمارہ بھابی اس کے کان کے قریب بولیں۔ مٹھکڑوہ محض سلام ہی کر پائی، افر و تفرائی سب کو سونے کی ہدایت کر کے اپنے بیڈروم میں چلی گئیں، مٹھکڑوہ اسی نیند خراب ہونے رچی بھر کے تھکلائی۔

عمارہ بھائی شرارتی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، مشکوٰۃ ان کی مزید کسی شرارت سے بچنے کے لیے اوپر کے پورٹن کی سیڑھیاں چڑھنے کی آشرم اس کے پیچھے ہی تھا۔  
تین سیڑھیاں باقی تھیں جب مشکوٰۃ کا پاؤں پھسلا غیر ارادی طور پر اس کے لمبوں سے مل گئی چیخ برآمد ہوئی وہ گر نہ گئی تھی جب آشرم نے اسے سنبھالا جب وہ دوبارہ سنبھلی تب تک اسے برے ہٹا کر وہ اوپر جا چکا تھا۔ ابھی تک اس کے پسندیدہ گھون اور پرفوم کی مہک مشکوٰۃ کو اپنی قریب محسوس ہو رہی تھی اور آج اس کے بھرپور مردانہ لہجے کو بھی تو اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ صرف چند سیکنڈ کی بات تھی اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، مشکوٰۃ نے وہیں رک کر اپنی اٹھل پھل سانسوں کو درست کیا۔ خاصی دیر بعد وہ اندر آئی تب تک وہ فریش ہو کر پہنچ کر چکا تھا اور سونے کے موڑ میں تھا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی کے رونے کی آواز  
پراس کی آنکھ خود بخود ہی کھلی تھی، عجیب سی آواز تھی کبھی لگتا کہ  
بچہ رو رہا ہے پھر لگتا جیسے کسی عورت کی آواز ہے۔ خوف سے  
مشکوٰۃ کی بڑی حالت تھی جسم بیسنے میں نہایا اور دل سینے کی حدود  
توڑ کر جیسے باہر آنے لگا تھا۔ کمرے کی لائٹ بند تھی وہ گرتی  
پڑتی آئینے کے بیڈروم میں داخل ہوئی، کمرے کی لائٹ آف  
تھی لیکن شکر تھا کہ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر سوتا تھا۔

بدحواسی میں مشکوٰۃ سانسے بڑے ٹیبل سے ٹکرائی اتنے  
میں آئینہ بیڈ لائٹ چلا چکا تھا وہ پاگلوں کی طرح اسے آ کے  
لپٹی تھی، خوفزدہ ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی  
بہہ رہے تھے ٹیبل لگنے سے ناخن ٹوٹ گیا تھا اور خون نکل رہا  
تھا۔ آئینہ شہر نے زری سے اس کے بال سہلائے ساری لائٹیں  
آن کر کے ہاتھ روم کی کینٹ سے ٹکچر پاؤڈر اور کاشن رول  
نکالا، مشکوٰۃ کا آنکھوں اچھا خاصا سنجی تھا اس نے جلدی سے  
بینڈج کی۔ ہاتھ دھو کر واپس آیا تو ابھی بھی وہ دوپٹے سے  
آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

”ہوا کیا تھا آپ کو جاپ روتی دھوتی اتنی رات کو میرے  
پاس آئیں۔“ آئینہ کو پوچھنے کا دھیان آیا۔

”کسی کے رونے کی آواز سے میری آنکھ کھلی تھی مجھے  
بہت ڈر لگ رہا ہے میں ادھر ہی سو گئی۔“

”بے شک سو جائیں مجھے اعتراض نہیں ہے پر ہوس کا  
اسیر یہ بندہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آپ خود آئی ہیں یہاں۔“  
آئینہ کے لہجے میں آگئی تھی۔

مشکوٰۃ کو باہر جاتے ڈر لگ رہا تھا آئینہ ہی دوسرے  
کمرے سے اس کا سہیل لے کر آیا وہ اچھی طرح لیٹ کے  
صوفے پر دروازہ ہو گئی آئینہ نے لائٹیں بند کر دیں۔

”آپ کو وہم ہوا ہوگا کہ کوئی رو رہا ہے، ملی ہوگی کوئی؟“  
آئینہ نے اس کا خوف دور کرنے کے لیے کہا۔

”کتی ڈر پوک ہوں میں، فضول میں ڈر گئی۔“ اس نے خود کو  
ڈانٹا آئینہ کی طرف سے خاموشی طاری تھی یقیناً وہ سو چکا تھا۔

مشکوٰۃ کچھ دیر بیٹھ بیٹھ آنے والے تصادم کے بارے  
میں سوچ رہی تھی، کوئی چیز تھی جو اس کے ذہن میں بار بار

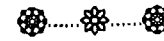
اسے چارون ہو گئے تھے اس دوری کی کوئی رفق و صوفد نہ  
سے بھی اس کے چہرے پر نہیں ملی تھی، ماما بھی بہت بھولی  
تھیں، مشکوٰۃ کے سینے میں دل نہیں پھرتھا۔



موسم بدلاؤ نے اٹھارویں لیٹ اب دن چھوٹے اور راتیں  
لمبی تھیں۔ نومبر کی پچھلی شام میں پچھوندا سردہ کی شادی  
کا دعوت نامہ لے کر آئیں، آج وہ دوسری بار مشکوٰۃ کے  
سر سال آئی تھیں۔ شاندار گھر، بہترین فرنیچر اور مشکوٰۃ کی  
گریس فل ساس سے مل کر ان کی آنکھوں میں رشک امنڈ  
آیا تھا۔ انہوں نے سب کو خلوص ستانے کی دعوت دی۔

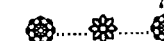
مہندی پر عمارہ بھائی افروز آئی اور مشکوٰۃ تینوں گئے  
بارات پر آئینہ نے مشکوٰۃ کے ساتھ جانا تھا اس دن وہ معمول  
سے ہٹ کر تیار ہوئی، افروز نے دل ہی دل میں نظر بد سے  
بچنے کی دعا دی۔ آئینہ نے حافظ اسرار کو پہلی بار دیکھا تھا اس  
کے مقابلے میں حافظ اسرار کا قدم تھا وہ بلا پتلا ساتھ وہ پھر بھی  
جانے کیوں آئینہ کو اس سے حسد سا محسوس ہوا۔

”یہ محبت بھی کتنی ظالم شے ہے؟“ آئینہ کو ابھی کچھ دیر  
پہلے اس کا اور اک ہوا تھا۔



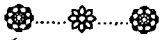
موسم بہت اداس اداس ساتھ سردہ کی شادی سے واپس  
آ کر وہ جانے کیوں یا سیت زدہ لگ رہی تھی شام میں بارش  
ہوئی تو موسم کی نخلی میں بھی اضافہ ہو گیا عمارہ بھائی نے موسم  
کی مناسبت سے پکڑے خود تلے تھے بانی کا کام بچن میں  
کام کرنے والی ہوائے کیا تھا۔

مشکوٰۃ نے برائے نام کھانا کھایا اور اوپر آ گئی جانے  
کیوں وہ آج بہت باغی ہو رہی تھی۔ سردہ کے چہرے پر جو  
اطمینان و خوشی دیکھی تھی وہ اس کی زندگی میں کہیں نہیں گئی وہ  
آئینہ کے ساتھ کمرے میں سونے کے لیے لیٹی تو دروازہ بند  
کرنے کی زحمت بھی نہیں کی، کوئی دیکھتا ہے تو دیکھے کسی کو ہٹا  
چلتا ہے تو چلے آئینہ کا بھر پونوتا ہے تو ٹوٹے اس کی بلا سے۔  
اسے کوئی پروا نہیں ہے۔



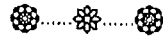
میری بیوی کتنی نازک سی ہے ابھی شادی کو صرف ساڑھے چھ ماہ ہی تو ہوئے ہیں۔ ہم نے ابھی لائف انجوائے کرتی ہے اس کے بعد یہ خوشخبری بھی آپ سن لیں گی۔“ سدرہ ادھری خاموش ہوگئی اس کی بے باکی پر مشکوٰۃ پانی پانی ہوگئی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا سدرہ اور وہ سب سے الگ صوفے پر بیٹھ گئیں سدرہ کے پاس اپنے شوہر کی باتیں اور اس کی محبت و وفا کے طولانی قصے تھے۔ مشکوٰۃ احساس زیاں میں گھر گئی تھی سدرہ کی شادی کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے اور اس نے اسرار کی محبت پالی تھی خود اسے کیا ملا تھا خاندان بھر میں بدنامی فلرٹ شوہر جو ہوس کو محبت کا نام دیتا تھا وہ شدید خودکشی کا شکار تھی سدرہ کتنی خوش اور پرسکون تھی ایسی خوشی اس کے نصیب میں کیوں نہیں ہے اس نے ساری عمر اپنا آپ سمیٹ کے سنبھال کے رکھا تھا اپنے ہر جذبے کی ایک شخص کے لیے حفاظت کی جس کے لیے وہ اپنا آپ قیمتی خزانے کی طرح سنبھالتی آئی وہ خود کیا تھا کتنی لڑکیوں سے تو اس کی دوستی بھی ناقص کو تو اس نے خود دیکھا تھا کھلی کتاب کی طرح بھی وہ تو اس کھلی کتاب کا تو آئینہ شہرے ورق ورق پڑھا ہوگا نرپول انجینی کا مالک ہے روز بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا ہوگا ابھی ملک سے باہرہ کراتا ہے چاہے نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔ دن بھر باہر رہتا ہے کیا پتا کتنی لڑکیوں سے ملتا ہوگا جب ہی تو شادی کر کے گھر میں ڈال کر مجھے بھول گیا ہے ورنہ اتنا فرشتہ تو لگتا نہیں ہے کہ عورت کی طرف متوجہ نہ ہو۔ آئینہ اپنے بارے میں اس کی سوچ جان لیتا تو یقیناً زور کا پھیر سید کرتا۔



دھانس سے آ کر بیٹھا ہی تھا جب مشکوٰۃ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی چہرے کا اضطراب بتا رہا تھا جیسے کسی شخص میں ہو آئینہ اس کے بولنے کے انتظار میں تھا۔  
”آپ مجھے ابوی طرف چھوڑ آئیں گے؟“ اس کے لہجے میں چپکلیا ہٹ سی تھی ڈرائیو چھٹی پر تھا ورنہ وہ افروز کے ہمراہ ڈرائیو کے ساتھ ہی جاتی تھی یا اگر یاسر بھائی فارغ ہوتے تو ڈراپ کراتے آئینہ کے ساتھ شادی کے بعد وہ صرف دو بار

کھٹک رہی تھی کچھ تھا جو شہر کی طرف سے پڑھیمان نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں چھنا کا سا ہوا جب وہ بھاگتی ہوئی اندھا دھند آئینہ سے لپٹی تھی تو آئینہ نے خوف سے چپنی مشکوٰۃ کو ہانپوں کا سہارا نہیں دیا تھا یہی چیز مشکوٰۃ کو کھٹک رہی تھی اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ وہ یہی سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔



افروز آئی نے اسے کہا تھا کہ سدرہ اور اس کے شوہر کو کھانے پر انوائٹ کر ڈینڈا پھونڈنے بھی تو شادی کے بعد اس کی دعوت تھی۔ جس دن دعوت تھی افروز نے آئینہ کو جلدی گھر آنے کے لیے کہا تھا آج کل وہ لیفٹ آ رہا تھا سدرہ اور اس کا شوہر اسرار ٹائم پر آئے تھے کھانے کی سب چیزیں تقریباً تیار تھیں سدرہ بہت پیاری اور بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی سدرہ کے شوہر کے پاس گھر کے سب افراد بیٹھے تھے سدرہ نے مشکوٰۃ سے کہا۔

”مجھے اپنا گھر دکھاؤ۔“ نیچے کا پورٹن دکھانے کے بعد مشکوٰۃ اسے اور لائی۔

”یار بہت گریٹ ہیں آئینہ بھائی اجیڑ کے نام پر تم لوگوں سے ایک تنکا تک نہیں لیا۔“ وہ ان کے ہیڈروم میں کھڑی تھی اس کی نگاہ ہر چیز کو سہا رہی تھی۔

”تم خوش ہو سدرہ“ مشکوٰۃ کو بات ہی نہیں مل رہی تھی کیونکہ سدرہ کی ہر بات اسرار کی تعریف پر ختم ہو رہی تھی۔

”میں بہت خوش ہوں اسرار نے مجھے دنیا کی ہر خوشی دی ہے اب مجھے اپنے گزشتہ پچکانہ خیالات پر ہنسی آتی ہے۔ اسرار کی محبت میرے لیے اثاثہ ہے قیمتی اثاثہ۔“ غرور سے سدرہ کی گردن تن کی گئی تھی۔

”مگر تم مجھے کچھ سیٹ ی لگ رہی ہو لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کہیں کوئی خوشخبری والا پکڑ تو نہیں ہے۔“ آئینہ سدرہ کو کھانے کے لیے بلانے آ رہا تھا سدرہ کا آخری جملہ اس نے بھی سن لیا تھا بے چاری مشکوٰۃ کی شکل دیکھنے والی ہو رہی تھی ایسے موقعوں پر اسے جواب ہی نہیں بن پڑتا تھا۔

”نہیں ابھی خوشخبری والا پکڑ نہیں ہے دیکھ نہیں رہی



آ شیر بہت عرصے بعد مشکوٰۃ کے ہمراہ آیا تھا، عباس صاحب کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے، اسی وقت کھانا تیار کرنے کا حکم دیا وہ فواد بھائی اور عباس انکل کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں، عباس صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ بہت میچور اور باشعور ہے اس کے ناں ناں کرنے کے باوجود انہوں نے کھانے کے بغیر واپس نہیں آنے دیا۔ مشکوٰۃ کھر والوں سے مل کر باہر نکل رہی تھی جب ابو بھی اس کے پیچھا آئے۔

”میں! اپنے کھر خوش تو ہوں؟“ انہوں نے بہت ہنسکی سے پوچھا، اچانک اس کی آنکھیں بھر آئیں، جنہیں چھپانے کے لیے اس نے سر جھکا لیا اور اشبات میں سر ہلایا۔

”ہمیشہ اپنے کھر میں سکھی رہو اور اپنے شوہر کو بھی خوش رکھو اچھا نوجوان ہے! شیر!“ ان کا ہاتھ مشکوٰۃ کے سر پر تھا۔

آ شیر گاڑی اشارت کیے اس کے انتظار میں تھا، عباس اس کے پاس آئے۔

”آتے جاتے رہا کرو، مل کے گپ شپ کریں گے۔“

”اوکے انکل! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ فی الحال پرسوں سعودیہ کی فلائٹ ہے میری، واپس آ کے آپ کے پاس آؤں گا۔“

مشکوٰۃ جھپکی سیٹ پر بیٹھی اپنے آنسو پینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

”ہونہ..... اچھا نوجوان ہے! شیر! اپنے شوہر کو خوش رکھو مجھے سب کی نظروں میں گرا کر یہ شخص اچھا ہو گیا ہے، کتنا خوش لگ رہا ہے ناں۔ مجھے بدنام کر کے کتنے سکون میں ہے ہر کوئی تعریف کرتا ہے اس کی اور تو اور ابو بھی.....“ وہ آنسو دوپٹے میں جذب کر رہی تھی ایک کم مصروف سڑک پر آ شیر نے گاڑی روک دی۔

”مشکوٰۃ آگے جائیں۔“ وہ دروازہ کھول چکا تھا۔

”میں! ادھر ہی ٹھیک ہوں۔“

”کم آن آگے آئیں۔“ اب کے باراس کے لہجے میں حکم تھا، غصے میں دروازہ بند کر دے وہ اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اس کی روٹی روٹی آواٹا شیر کی سماعتوں کی لیے اجنبی نہیں تھی۔

بی ایو ای کی طرف گئی تھی وہ خود سے بہت کم اس سے مخاطب ہوتی تھی۔ آ شیر خاموشی سے جوتے اتارنے لگا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مشکوٰۃ اسے دیکھ رہی تھی ماتھے پر آنے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتا وہ کافی تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

”آپ میرے ساتھ جائیں گے؟“ مشکوٰۃ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

”آپ کے ساتھ تو میں کہیں بھی جانے کے لیے تیار ہوں۔“ آ شیر نے اپنی پھر نگیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ شوخی اس کے لہجے سے عیاں تھی، مشکوٰۃ انگلیاں جٹائی گئی۔

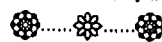
”میں فریش ہو کے چائے پی لوں پھر چلتے ہیں! اتنے میں آپ بھی تیار ہو جائیں۔“ وہ کپڑے الماری سے نکال کر نہانے کے لیے ہاتھ روم میں چلا گیا۔ شیر جین کر کے پیچھا یا تو نہ چاہتے ہوئے بھی مشکوٰۃ کی نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ نوپس میں لمبوس اس کا تازگی کا احساس دلاتا وجود ماحول پر حاوی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ افروز آنٹی نے مشکوٰۃ کو دیکھا تو جیسے سر پٹ لیا۔

”جاؤ اچھے سے کپڑے پہن کر آؤ اور جیولری کس لیے سنہال کے رکھی ہے جوڑیاں پہنواؤ ایک دو انگلیاں بھی نکالو اور گلے میں جین بھی ڈال لو۔“ آ شیر کے سامنے انہوں نے حکم دیا تھا، ناچار وہ پھر اوپرائی دوسرے کپڑے پہنے اور جیولری بھی پہنی۔

”آ شیر بیٹا! باہر جانے کا خیال دل سے نکال دو، دھکھکو تمہارے جانے کا سن کر مشکوٰۃ کیسی اداس لگ رہی ہے۔“ اس کے منظر سے بڑھتے ہی افروز شروع ہو گئیں۔ آ شیر کی پرسوں کی سیٹ کفر تھی۔

”سمر! پیپر ورک سارا مکمل ہو چکا ہے، میں رک نہیں سکتا۔“ وہ انہیں یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ میں مشکوٰۃ کی وجہ سے ہی ایسا کرنے پر مجبور ہوں آپ کی لاڈلی بیوی میری وجہ سے اداس نہیں ہے۔ مشکوٰۃ افسر نو تیار کی بعد آئی تو افروز خوش ہو گئی۔

”جیتی رہو سدا سہاگن رہو۔“ انہوں نے دعا دی تو مشکوٰۃ کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔



آخری دنوں میں عمارہ کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہو رہا تھا، یاسر نے اسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا تھا، اس کے پاس اپنی ایک بہن بھی، افروزہ، انہی بھی صبح وشام نگر لگاری تھیں۔ مشکوٰۃ جب بھی آتی ساتھ کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ بنا کے لاتی، دن میں ایک بار وہ لازماً اسپتال آتی، گھر کو بھی دیکھنا ہوتا تھا۔ اس دن بھی مشکوٰۃ گھر میں اکیلی تھی، وہ عمارہ بھائی کے لیے سوپ بنا رہی تھی کچھ دیر بعد ڈرائیور کے ساتھ اسے اسپتال جانا تھا، گیٹ کی بیل بجی آنے والا آئیریلوٹی تھا۔ بغیر اطلاع دیے وہ اچانک آیا تھا، گھر میں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا، بوائے بتایا کہ سب اسپتال میں ہیں سوائے مشکوٰۃ بی بی کے۔ بوا کو گھنٹوں کا دروتھا، مشکوٰۃ نے انہیں آرام کا کہہ کر خود کچن سنچال لیا تھا، وقتاً فوقتاً بوا بھی مدد کرتا تھا، پر زیادہ کام وہ اب خود ہی کرتی تھی۔

آئیر بوا کے بتانے پر کچن کی طرف آیا تھا، مشکوٰۃ مصروف تھی، دوپٹا اس نے اتار کر پاس بڑی چیز پر رکھ دیا تھا، آئیر نے جاندار آواز میں سلام کیا تو مشکوٰۃ اچانک اس کی آواز سے ڈر گئی تھی اسی خوف میں بچھ اس کے ہاتھ سے جھوٹا اور لہتے سوپ میں گرا دیا، سوپ والی پیٹلی الٹی اور اس کے پاؤں پر گری۔

”ہائے اللہ.....“ اس کی آواز میں درد تکلیف اور کرب کا احساس رچا ہوا تھا، اس کا ایک پاؤں بُری طرح جل گیا تھا، ایک ہاتھ بھی متاثر ہوا تھا، جہاں جہاں سے جلد ملتی تھی وہاں اسی وقت ابلے پڑ گئے تھے، آئیر نے اسے کچن پر بٹھایا، مشکوٰۃ کے آسوز اور قتار بہہ رہے تھے وہ بے حد پریشان تھا۔ آئیر کو نہیں پتا تھا ایسے موقعوں پر فوری طور پر اس کی تکلیف دور کرنے کے لیے کیا کرنے، اس نے مشکوٰۃ کا وہ جھلسا ہوا ہاتھ لیا، اسے کھڑا ہونے میں مدد دی۔ وہ اسے ساتھ لیے قریبی کلینک آ گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے مشکوٰۃ کے آبلے کاٹ کر دوا لگائی، تکلیف کی شدت سے اس کی رنگت لال ہو گئی تھی، گھر لا کر آئیر نے اسے میڈیسن دی، افروزہ کے لیے آئیر کی آمد خوش کن اور مشکوٰۃ کا جھلسا ہوا ہاتھ تکلیف دہ تھا، عمارہ پہلے ہی اسپتال میں تھی، بوا کو گھنٹوں

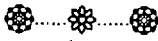
”کوئی پرابلم ہے آپ کو“ لگتا ہے کافی دیر سے روتی رہی ہیں۔“ ”جی نہیں مجھے فلو ہے۔“ مشکوٰۃ سرش ہوری تھی۔

جس دن آئیر کی فلاح تھی اس روز مشکوٰۃ کی طبیعت بچ بچ خراب تھی اس سے اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا، افروزہ انہی نے طبیعت کی خرابی کو بھی آئیر کی روائی سے منسوب کر دیا۔ سمجھدار خاتون تھیں کتنی بار مشکوٰۃ کی بے زاری نوٹ کی تھی، آئیر ہنستا مسکراتا رہتا پھر وہ چپ ہی رہتی۔ شاید وہ آئیر کی طرح اچھی اداکارہ نہیں تھی، اس نے اپنے روئے سے کسی کو بھی تعلقات میں خرابی یا رگڑ کا احساس نہیں ہونے دیا تھا، پر مشکوٰۃ بہت جگہ اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی۔ سارے گھر والوں کے ساتھ ہنسی بوٹی، آئیر کی موجودگی میں کاشمیس ہو جاتی، افروزہ انہی کا کیا ارادہ تھا اب آئیر آئے تو جانے نہیں دیں گی۔

سردیوں کی شام جلد ڈھل جاتی اور لمبی رات سر پر آکھڑی ہوتی، آئیر کا قیام مسعودیہ میں طویل ہوتا جا رہا تھا، مشکوٰۃ گھر کے کاموں میں خود کو مصروف کیے رکھتی، کچن بوا سلمیٰ سنچالتی تھی اب مشکوٰۃ بھی حصہ دار بن گئی تھی، افروزہ انہی اور عمر انکل سمیت عمارہ بھائی اور یاسر بھائی کی تعریفیں اسے اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ نئی ڈشز ٹرائی کرتی، عمارہ اور یاسر بھائی کے بچوں، طلحہ، ابوبکر اور موسیٰ کے ساتھ گن رہتی، کہانیاں سناتی، ان کا ہوم ورک دیکھتی۔ افروزہ انہی کے ساتھ ان کے رشتہ داروں کے گھر جواتی، اس نے عمارہ بھائی کی بہت سی ذمہ داریاں بانٹ لی تھیں، وہ اس کی نمون تھیں، ان کی ڈیوٹی کا آخری مہینہ تھا۔ بلڈ پریشر بھی ہائی رہتا وہ ذمہ داریاں پوری طرح انجام نہ دے پائیں۔ یاسر کو بی بی کا بہت شوق تھا، عاشر کے بھی دو بیٹے تھے اس بار پورے گھر کی خواہش تھی کہ یاسر کے گھر بی بی پیدا ہو۔ مشکوٰۃ ان کی بھرپور کچھ بھال کر رہی تھی۔ آئیر کی موجودگی میں جو اجنبیت اس پر طاری رہی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

مشکوٰۃ اس وقت بالکل ایک نئے روپ میں نظر آ رہی تھی بہت نرم اور انوکھی سی۔

کے درو نے لاچار کر رکھا تھا! فروز بے چاری پریشان سی ہو گئیں۔



آ شیر بہت مصروف تھا اس کی واپسی پہلے کی طرح اب شام کو نہیں ہوتی تھی بلکہ رات کا ٹھٹھا ساڑھے آٹھ بجے کے قریب آتا۔ اتنا مصروف رہنے کے باوجود دروازہ ہی نظر آتا عمارہ بھائی بھی گزیا کے ساتھ مصروف تھیں ایسے میں ان تین شرارتی بھائیوں کو نسرول کرنا ہی کا کام تھا۔

مشکوٰۃ کی ہر دوسرے دن بینڈ تاج ہوتی جو اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی، دو دن اس نے بینڈ تاج کرائی تیسرے دن ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ شیر انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ ہشتی ہے مگر اس کے تیرا انکار والے تھے۔

”میں نے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس۔“

”جائیں گی نہیں تو آرام کیسے آئے گا۔“ آ شیر کا لہجہ بہت نرم تھا۔

”آ جائے گا خود ہی۔“

”خود نہیں آئے گا ناں! چھا مجھے اپنا ہاتھ تو دکھائیں۔“ مشکوٰۃ نے بغیر کوئی ہٹ دھرمی دکھائے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر دیا۔ آ شیر نے اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیا مشکوٰۃ کی تمار توجہ شیر کے مضبوط مردانہ ہاتھوں کی طرف مرکوز تھی صاف رنگت والا ہاتھ جس میں مضبوطی کا احساس بدرجہ اتم تھا۔ شیر کی گرفت میں نرمی بھی جیسے وہ ہشتی کی بنی ہو دوسرے ہی پل آ شیر نے اس کا ہاتھ پھوڑ دیا تو مشکوٰۃ کے دل میں شور مچاتے جذبے خاموش ہو گئے۔ جس دن اس پر سوپ

دن بھر کی محنت تھی اسے جلدی نیند آ جاتی تھی ابھی اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا معا آ شیر بغیر دستک دیئے اندر آ گیا۔ تک سب سے تیار خوشبوؤں میں بسا ہے حد جاذب نظر لگ رہا تھا مشکوٰۃ کا دل ہڑک اٹھا۔

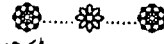
”آ میں دروازہ لاک کر لیں کسی کے آنے کا امکان تو نہیں پھر بھی کوئی آ جائے اور پوچھے تو کہہ دیں کہ میں دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوں اور آپ میرے روم میں سو جائیں۔“ وہ بہت جلدی میں لگ رہا تھا اس کی سنے بغیر وہ ای جگت میں چلا گیا۔

پتا نہیں اس وقت وہ کیوں جا رہا تھا اپنے لوٹنے کا بتایا بھی نہیں اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مہمان کے علم میں نہیں لانا چاہتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ خیر اس کی بلا سے جہاں بھی جائے مشکوٰۃ اس کے کمرے میں آ گئی، پہنچ کر کے کپڑے آ شیر نے کمرے میں ہی پھینک دیئے تھے وہ جوں کے توں پڑے تھے مشکوٰۃ اٹھا کے ہاتھ درم میں لٹکا آئی وہ بیڈ پر لیٹی۔

”میں کیوں صوفے پر لیٹوں تو کرائی نہیں ہوں کوئی خود لیٹیں صوفے پر موصوف میں تو ادھر ہی سوؤں گی۔“ وہ جو سونے کے ارادے سے لیٹی تھی ایک گھنٹہ گزرادوسراکر زرا نیند آنکھوں میں نہیں اتری۔

تین بج رہے تھے جب موبائل زوردار آواز میں گنگنا یا آ شیر کی کال تھی اسے بیڑھیوں والا مین ڈور کھولنے کو کہہ رہا تھا وہ گھر سے پانچ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ مشکوٰۃ دروازہ کھول کر پھر سے لیٹ گئی اسے بہت غصہ آ رہا تھا وہ کوئی اس کی نوکرائی

عمارہ بھائی نے ایک پیاری سی بیٹی کو جنم دیا تھا سب گھر والے خوش تھے تینوں بھائی اس ننھی سی پری کو جبر و مسرت سے دیکھ رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے بھی اس کے نرم نرم روئی کے گالے جتنی جلد کو ہاتھ سے پھوڑا تو اسے بہت اچھا لگا اس نے کتنی باری عمل دہرایا اسے دیکھ کر موسیٰ بھی ایسے ہی کر رہا تھا۔



عمارہ بھائی نے ایک پیاری سی بیٹی کو جنم دیا تھا سب گھر والے خوش تھے تینوں بھائی اس ننھی سی پری کو جبر و مسرت سے دیکھ رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے بھی اس کے نرم نرم روئی کے گالے جتنی جلد کو ہاتھ سے پھوڑا تو اسے بہت اچھا لگا اس نے کتنی باری عمل دہرایا اسے دیکھ کر موسیٰ بھی ایسے ہی کر رہا تھا۔

ہے جو رات کے تین بجے دروازے کھولے اپنی نیندیں خراب کرے۔ اگلی رات وہ پھر اس کے سر پر کھڑا تھا۔

”میں فریڈز کے ساتھ جا رہا ہوں آپ میرے روم میں سو جائیں مین ڈور لاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے آج آپ ڈسٹرب نہیں ہوں گی۔“ کل کی طرح وہ آج بھی بہت اچھے طریقے سے ڈریس اپ تھا اور بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔

مشکوٰۃ خاموشی سے اس کے روم میں آگئی اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی نیند کل کی طرح آج بھی رنجی ہوئی تھی۔ آج وہ کل سے بھی لیٹ آیا تھا، مشکوٰۃ جاگ رہی تھی پر سوتی بن گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھا شوز اور ساکس اتار رہا تھا، مشکوٰۃ پلکوں کی جھری سے دیکھ رہی تھی کہ اس کے گریبان کے اوپر کے تینوں بٹن کھلے ہوئے ہیں اور بال بھی بکھرے ہوئے ہیں جب وہ گیا تھا اس کی ایسی حالت نہیں تھی۔ وہ بیڈ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں مشکوٰۃ کا قبضہ تھا وہ اسی طرف آ رہا تھا اس سختی سے ٹکلیں موند لیں، مشکوٰۃ کو محسوس ہوا جیسے کوئی دائیں سائیڈ پر آ کے بیٹھا ہے۔ دوسرے ہی ثانیے دور جانی چاپ کی آواز آئی، آئینے میں پر پڑا دوسرا تکیہ اٹھایا تھا اور جا کے صوفے پر لیٹا تھا۔

اگلی باغ راتیں اس نے شرافت سے گھر ہی پر گزاری تھیں اس کی دوراتوں کی غیر حاضری مشکوٰۃ کے علم میں ہی تھی اس وقت وہ لکھنگنی جب آئینے میں خود کو دیکھ کر ”آپ کو عباس انکل کی طرف جانا ہے تو میں چھوڑ آتا ہوں آپ کو وہاں جا کے نیند پوری کر لیں۔“

”میری نیندیں یہاں بھی پوری ہو رہی ہیں۔“ وہ کھٹاک سے بولی تھی۔

”آپ کے روم کی لائٹ جلتی رہتی ہے جیسا کہا ہے میں نے۔“ اس نے وضاحت کی۔

”وہ تو ایسے ہی جلتی رہتی ہے۔“

”نیند نہ آ تو میرے پاس آ جایا کریں۔“ آئینہ علوی نے اپنی بے باک نگاہیں اس پر جمادیں۔

”میں اپنی جگہ پر ہی ٹھیک ہوں۔“

”مگر آپ کی نیند تو میرے پاس ہے۔“ آئینہ علوی کی گہری مردانہ آواز اس کے سارے اندازوں اور دفاعی باتوں کو غلط ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

”میں اپنی چیزیں اپنے پاس ہی رکھتی ہوں۔“

”ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔“ آئینہ ہنستا چلا گیا، مشکوٰۃ ابھی ہوئی تھی جانے کیوں وہ ہنس رہا تھا۔

اتوار کو وہ پھر خصوصی تیاری کے ساتھ کہیں نکلا، بہانہ وہی تھا دوستوں کے ساتھ جا رہا ہوں اب مشکوٰۃ کے پاس اس کے دوستوں کے گھر نہیں تھے کہ پوچھ کر تصدیق کرتی۔ دوستوں میں لڑکیاں بھی تو شامل تھیں، خاص طور پر فاطمہ۔ اگر وہ کسی سے پوچھ کر کال کرتی، آئینہ کو بتا جلتا تو پوچھتا کہ بی بی تمہیں کیا پورا ہے میں دوستوں کے ساتھ ہوتا ہوں کہ کہیں اور تم یہ پوچھنے والی کون ہوئی ہو پھر اس کی کیا عزت رہ جاتی۔ پہلے بھی کون سا وہ اسے کوئی اہمیت دے رہا ہے اس گھر میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بس ہر ماہ اسے ضرورت کے پیسے دے کر اسے اس گھر میں لانے کا فرض پورا کر دیتا ہے، باقی مشکوٰۃ کی کوئی اہمیت نہیں ہے بڑے محبت کے دعوے کرتا تھا، وہ صرف اس کے وجود پر اپنے نام کا ٹھہر لگانا چاہتا تھا تاکہ اس کے مردانہ غرور کی تسکین ہو سکے۔ گھر سے باہر اس کی ضرورت پوری ہو رہی ہے آخر کو ہینڈ م ہے پیسے والا ہے۔ لڑکیوں کو اس میں انٹرکیشن بھی ٹیل ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ کی ساری سوچیں منفی تھیں اپنی جگہ وہ خود کو قن بجاب تصور کرتی تھی۔

آج مشکوٰۃ نہ سو رہی تھی نہ سونے کی اداکاری کر رہی تھی، بیکے سے ٹیک لگائے نیند سے بے حال ہوتی آنکھوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ میگزینوں پر قدموں کی چاپ ابھری تو حیات چوکنی ہو گئیں۔

”آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔“ اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

خریداری کا اسے بھی اتنا خاص آئینہ نہیں تھا۔ وہ تو بھلا ہو عمارہ بھائی کا جنہوں نے اتنی مدد کی اور پھر وہ دونوں فرحان بھائی کی طرف گئے۔ رونا اور فرحان دونوں بہت خوش تھے ان کی خوب صورت سی دنیا مکمل ہو گئی تھی۔

”تم مجھے کب انکل بنا رہے ہو؟“ فرحان جھونٹتے ہی آشرے سے بولا، مشکوٰۃ تیز تیز قدم اٹھاتی رونا کی طرف بڑھ گئی اس میں آشرے طوی کا جواب سننے کی تاب نہیں تھی۔

”کیا بات ہے ڈسٹر بس لگ رہی ہو کوئی پریشانی ہے۔“

”ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ اس نے زبردستی مسکراتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کچھ تو ہے جو تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔“ رونا اس کے پیچھے ہی پڑ گئی اس نے لاکھ انکار کیا جان چھڑائی پر رونا اپنے نام کی ایک تھی اگلا کر ہی چھوڑا۔ مشکوٰۃ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ پھٹ پڑی رونا آنکھیں پھاڑے ناقابل یقین انداز میں اسے دیکھ رہی تھی وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔

یہاں فرحان کا تجزیہ غلط ثابت ہوا تھا کہ عورت مرد کی محبت سے پھسل جاتی ہے وہ تو آشرے کی بے اعتنائی سے پھسل رہی تھی اتنی بڑی بات اس پر آج کھلی تھی۔ مشکوٰۃ نے بہت بے وقوفی کی تھی اس بات کے پیچھے اپنی ازدواجی زندگی داؤ پر لگا دی تھی کتا شیر نے شادی سے پہلے اس کی نیک نامی کو بدنامی میں بدلا۔ خاندان والے کب کے یہ بات بھول بھال گئے تھے کہ ایسا کچھ ہوا تھا آشرے کی وجہ سے وہ اگر بدنام ہوئی تھی تو آشرے نے اسے اپنا کر عزت بھی تو دی تھی، معتبر بھی تو کیا تھا۔ مشکوٰۃ میں اتنی انتہا پسندی ہو گئی اس نے سوچا بھی نہیں تھا فرحان سے شادی کے بعد اس کی زبانی رونا کتا شیر کے خالص جذبات کا پتا چلا تھا جو صرف مشکوٰۃ کے لیے تھے اور اس نے تو شاید کبھی ہی جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی کتا شیر اسے کس قدر چاہتا ہے اس کے سچے جذبات کو مشکوٰۃ نے ہوس کا نام دے کر سر اسر اس کی زبانی رونا کتا شیر کی تھی پر جمال ہے جو آشرے نے فرحان سے اس

”جی نیند نہیں آ رہی تھی۔“

”گند نیند نہیں آ رہی تو میرا سر دبا نہیں بہت درد ہو رہا ہے۔“ اس کے کچھ بھی بولنے یا سوچنے سے تو شر وہ جوتوں سمیت لیٹ گیا، سر مشکوٰۃ کی گود میں تھا وہ یوں بدکی جیسے بجلی کے نیچے سے جھونکی ہوئے ہاتھ قریب کدہ ایک دم پیچھے ہٹتی۔

”پلیز سر دبا نہیں ناں مشکوٰۃ؟“ وہ بہت کم اس کا نام لیتا تھا آج اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر اسے کسی انوکھے پن کا احساس ہوا۔ اس نے جھنجکتے ہوئے آشرے کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو کہ گرم محسوس ہو رہی تھی۔

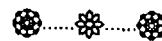
”بہت تھک گیا ہوں دل چاہ رہا ہے آپ پیار سے سلا دیں۔ میری خواہش بھی عجیب سی ہے ناں آپ کا دل کر رہا ہو گا میرا سر دبانے کے بجائے گلا دیا دیں۔“ اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے مشکوٰۃ کے ہاتھ تھام لیے جو اس کے ماتھے پر دھرے تھے کیا تھا اس کے ہاتھ میں بھلا؟ وہ اپنا آپ بھلائے لگ گئی تھی۔ اس نے زور لگا کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا۔

”ہونہ نہیں اب نہیں پھسلتا میں۔“ جس تیزی سے آشرے نے ہاتھ پکڑا تھا اسی تیزی سے چھوڑ بھی دیا اپنی توہین کے احساس سے اس کا رواں رواں سلگ اٹھا۔

”اب جائیں میں ٹھیک ہوں بہت جلد آپ کی تمام مشکلات اور تکالیف کا ازالہ کر دوں گا۔“ مشکوٰۃ الجھ کے اسے تھکنے لگ گئی آشرے نے اپنی نگاہیں اس پر جمادیں۔

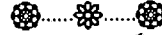
”اتنے پیار سے نہ دیکھیں مجھے ضبط کھونے لگتا ہوں میں کوئی گستاخی ہو جائے گی مجھ سے۔“ مشکوٰۃ کو اس کا انداز سر اسر تسخرانہ لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

”کاش اس کا اصل چہرہ سب کے سامنے آ جائے اس کے کروت سب پر کھل جائیں۔“ اس نے صدق دل سے دعا مانگی۔



رونا کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا ننھے مہمان کے لیے آشرے نے مشکوٰۃ کو شاپنگ کرنے کے لیے کہا تھا یہ خالہ خواتین کا شعبہ تھا وہ عمارہ بھائی کو ساتھ گئی تھی کیونکہ چھوٹے بچوں کی

کا ذکر تک کیا ہو وہ دونوں تو بھی سمجھتے رہے کہ شیر اور مشکوٰۃ  
خوشگوار نازل زندگی گزار رہے ہیں۔



انکل کی طرف آیا وہ اجازت لے کر چلے گئے۔  
وافتی مشکوٰۃ ٹھیک کہہ رہی تھی، عمارہ بھائی بچوں کو لیے  
مکے جانے کے لیے تیار بنی تھیں، انہیں ڈراپ کر کے یاسر  
بھائی خود اپنی پونٹ کے ساتھ کوہاٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔  
”آپ کے لیے ایک اچھی خبر ہے میرے پاس۔“ پانی  
کا گلاس اٹھاتے اٹھاتے مشکوٰۃ رک گئی اس کی سوالیہ نگاہوں  
کا اضطراب دو چند ہو گیا۔ ”میں نے عباس انکل کو بتادیا ہے  
کہ آپ مجھ میں کبھی بھی انوالو نہیں تھیں جہاں جہاں میری  
وجہ سے آپ بدنام ہوئیں میں ان سب لوگوں کے پاس  
جا کر حقیقت بتانے کے لیے تیار ہوں کہ آپ نے مجھ سے  
انہیں نہیں چلایا بلکہ یہ میں تھا اور جس کی اس حرکت کی وجہ  
سے آپ کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی۔“ مشکوٰۃ سر پکڑ کر بیٹھ گئی  
آ شیر بہت سنجیدہ تھا۔

”اب آپ میرا مزید تماشا نہ بنائیں“ میں اس باب کو  
دوبارہ نہیں کھولنا چاہتی۔“  
”مگر لوگوں کو پھر اس بات کا کیسے پتا چلے گا کہ آپ نہیں  
بلکہ میں خود آپ میں انٹر سٹڈ تھا۔“ وہ شاید اس کی قوت  
برداشت زما رہا تھا۔  
”مجھے نہیں بتانا کسی کو بھی۔“ اس کا صبر جواب دیتا  
جا رہا تھا۔

”لیکن وہی بات پھر لوگوں کو کیسے پتا چلے گا کہ آپ  
بہت اچھی لڑکی ہیں اور میرے جیسے جوان کے ساتھ تو آپ  
محبت کر رہی نہیں سکتیں۔“ آ شیر اس کا مذاق اڑا رہا تھا مشکوٰۃ  
کھانا اٹھوڑا چھوڑ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔



رات آ شیر نچلے پورشن میں ہی تھا مشکوٰۃ بھی اوپر تھی  
نچلے حصے میں درخت اور ٹیل بولے بہت زیادہ تھے اسے ڈر  
سا لگ رہا تھا کیونکہ آ شیر نے ایک کمرے میں داخل ہو کر  
دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ عمارہ بھائی اور یاسر بھائی بھی  
نہیں تھے لاؤنج کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس نے وہ بھی

عمر علوی اور افروز بیگم عمرے پر جا رہے تھے ان کا اچانک  
پردہ گرام نہ تھا جس دن انہیں جانا تھا اس دن ان کے گھر ملنے  
جلنے والوں کا رش تھا۔ عباس صاحب بھی نور افشاں کے ساتھ  
آئے تھے انر پورٹ روٹنگی کے بعد گھر خالی خالی سا ہو گیا۔  
آ شیر انر پورٹ سے آیا تو عباس بھی اس کے ہمراہ تھے مشکوٰۃ  
چائے بنانے لگی، ابو بہت کم ان کے کھڑاتے تھے چائے لے  
کر اندر گئی تو آ شیر علوی اور ابو دونوں پاس پاس بیٹھے تھے۔  
آ شیر کے چہرے پر معذرت خواہانہ تاثرات تھے وہ دھیمی آواز  
میں کچھ بول رہا تھا، جبکہ ابو کا چہرہ سوچوں اور پریشانی کا شکار  
لگ رہا تھا اسے دیکھ کر آ شیر کے لب ساکت ہو گئے۔ آ شیر  
نے مشکوٰۃ کو پانی لانے کے بہانے وہاں سے ہٹادیا۔

”انکل میں شرمندہ ہوں“ میری اس حرکت سے مشکوٰۃ  
کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی، وہ یہی تصور کرتی رہی کہ وہ  
نگاہوں سے گر گئی ہے، میں اپنی غلطی ماننا ہوں کہ بھری محفل  
میں مجھے ایک لڑکی کے تقدس اور احترام کا خیال کرنا چاہیے  
تھا جو بھی جذبہ تھا ایک طرف تھا، مشکوٰۃ انوالو نہیں تھی  
پسندیدگی میری طرف سے تھی۔ آپ تک بات کسی اور ہی  
رنگ میں پہنچی تھی۔ آ شیر کا سر جھکا ہوا تھا وہ ان کی نگاہ میں  
بہت بلند ہو گیا تھا، مشکوٰۃ کی خوشگوار زندگی اور پیار کرنے  
والی سسرال دیکھ کر وہ تو یہ بات کب کے بھول بھی گئے تھے  
آ شیر نے یاد کروادیا تھا۔

”اب کبھی اس بات پر معذرت نہ کرنا“ میں خوش ہوں کہ  
تم مشکوٰۃ کا نصیب ہو۔“ انہوں نے شفقت سے آ شیر کا  
کندھا تھپتھپایا تو اسے قدرے سکون کا احساس ہوا۔  
عباس انکل کو چائے پیتا چھوڑ کر وہ مشکوٰۃ کی تلاش میں  
باہر آیا وہ کچن سمیٹ رہی تھی۔

”آپ انکل کے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں۔“  
مشکوٰۃ کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجی۔  
”میں نہیں جا رہی آئی بھی گھر میں نہیں ہیں، عمارہ بھائی

سانسوں تک دروگ دینا چاہتا ہو۔  
”وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اس میں میری ہوس شامل نہیں تھی۔“ معاشرے کی آنکھیں ابھرنے لگیں، یوں لگ رہا تھا وہ اس کی گرفت میں کسی گریبا کی طرح چرما کر رہ جائے گی۔ آئیں سارا ضبط کھو چکا تھا، اسے جھٹکنے سے آزاد کیا تو وہ صوفے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

”جواب چاہیے مجھے آج خاموشی سے بات نہیں بنے گی محترمہ مشکوٰۃ صاحبہ“ آنکھوں میں غصہ و غضب لیے وہ اس کی طرف بڑھا تو تب تک وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔  
”میں اسے ہوس ہی کہوں گی؟“

”چنانچہ..... چنانچہ.....“ آئیں نے پوری طاقت سے اسے دوپٹے مارے وہ دیوار سے ٹکرا کر صوفے پر گر گئی۔ آئیں اسے تھام کر اپنے مقابل کھڑا کر چکا تھا۔

”میں بتاتا ہوں محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے، ہوس بھی ایک بیماری ہے جب انسان اس میں مبتلا ہوتا تو انسان آرام کے لیے ہر ڈاکٹر کے پاس بھاگا جاتا ہے، گویا کہیں سے بھی اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کر سکتا ہے لیکن محبت میں یوں نہیں ہوتا ایک ہی سبب ہوتا ہے اس کا۔ چاہے آرام نہ آئے محبت میں انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی سے اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کرتا ہے کسی اور سے نہیں۔ مجھے اس فرق کا بہت اچھی طرح پتا ہے، ہوس میں نے اپنے جذبات اور خواہشات پر پہرے بٹھا دیئے۔ ان کی تسکین کے لیے غلط راستہ استعمال نہیں کیا۔“ آئیں کی انگلیاں اس کے شانوں پر گڑی جا رہی تھیں۔

”میں تمہارے ساتھ ایک کمرے میں ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا کیونکہ مجھے ڈر تھا میں ایک دن برداشت کرنے کی قوت کھونہ دوں، تم میری دسترس میں نہیں مرواؤ گی کے زعم میں مجھے تمہارے وجود پر بھروسہ نہ کرنا گوارا نہیں تھا کیونکہ محبت کرتا تھا میں تم سے، جس رات تم نے مجھ سے کلام پاک کی قسم کھانے کو کہا تھا اس رات واقعی میں اس پوزیشن میں نہیں تھا مگر اب میں یہ قسم کھا سکتا ہوں، نو ماہ سے زائد تمہیں اس گھر میں ہو چکے ہیں میں نے اپنے حق کا استعمال نہیں

بند کر لیں۔ ٹی وی بظاہر آن تھا مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا اس کی جواج آئیں سے گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد اس کے ضمیر کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اپنے خوف کا اظہار کرتی۔ وہ اسی کشمکش میں تھی کہ آئیں خوشبوؤں میں بسا بہترین کپڑوں میں ملبوس اس کے سامنے کھڑا ہوا گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔

”میں جا رہا ہوں اولیں کی طرف، جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ واپسی پر آپ کو بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔“  
”مجھے ڈر لگ رہا ہے گھر میں کوئی نہیں رات کے گیارہ تو بج ہی چکے ہیں۔“ وہ رو ہا کسی ہو رہی تھی۔

”لیکن میرا جانا بہت ضروری ہے، دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔“

”میں جانتی ہوں سب کد آپ اتنی رات کو کون سے دوستوں کے پاس جاتے ہیں۔“

”آپ جانتی ہیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے، ویسے آپ بتا سکتی ہیں میں کون سے دوستوں کی پاس جاتا ہوں۔“ آئیں اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

”اپنی ہوس پوری کرنے انسان جہاں جاتا ہے آپ بھی وہیں جاتے ہیں۔“ مشکوٰۃ تن کر کھڑی تھی۔

”آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔“ آئیں ابھی تک سکون سے بات کر رہا تھا۔

”ثبوت تو جیتا جاگتا ہے فائدہ کی صورت میں۔“ وہ بے خونی سے بولی۔

”کیا ثبوت ہے آپ نے مجھے اس کے ساتھ پکڑا؟“

”ہم جب دعوت پر اس کے گھر گئے تو وہ آپ کے ساتھ بیٹھی تھی بار بار آپ کے کندھے پر ہاتھ مار رہی تھی۔ اولیں بھائی بتا رہے تھے کہ وہ آپ کو پسند کرتی تھی محبت کرتی ہے شادی کرنا چاہتی تھی۔“ مشکوٰۃ دل میں اپنی ذہانت پر خود کو داد دے رہی تھی۔ آئیں نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔

”اب آپ بھی میرے بہت قریب ہیں کیا یہ بھی ہوس ہے؟ پسند آپ کو میں بھی کرتا تھا تو کیا یہ میری محبت تھی کہ ہوس؟“ آئیں کی گرفت سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کی چلتی

اس کے گالوں کو بھگور ہے ہیں آخیر مرد تھا ضبط کر گیا تھا لیکن مشکوٰۃ سے صبر نہیں ہو پایا تھا۔

”آپ کو کب جانا ہے بتادیں؟“ وہ سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا، مشکوٰۃ کے پاس فیصلے کا ایک لمحہ تھا اس کے بعد وقت نے ہاتھ سے پھسل جانا تھا اور شاید شیر کی محبت بھی ہمیشہ کے لیے اس سے روکھ جاتی، اس کا اور اک ابھی ابھی ہی تو ہوا تھا، خواہنے دل میں آخیر کی محبت جانے کب سے پنپ رہی تھی اس جذبے کو وہ غصے اور نفرت کی تھپکیاں دے کے آج تک سلامتی اور نظر چرائی آئی تھی مگر اب اور نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ آخیر صوبے پر بیٹھا تھا وہ نیچے آ کے کارپٹ پر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

”میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔“ معاس نے آخیر کو دونوں گھنٹوں سے پکڑ لیا جیسے اسے اٹھنے نہ دینا چاہتی ہو اسے اپنے کانوں پر دھوکے کا گمان ہوا۔ ”مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے آپ کے پاس رہنا ہے کیونکہ..... کیونکہ..... میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔“ سسکیوں اور تھپکیوں کے درمیان ڈوبتے ابھرتے اس نے رک رک کر اپنی بات مکمل کی۔

”محبت وہ ہے جو آپ نے مجھ سے کی میں ایسی ہی محبت آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔ کسی بھی قسم کے کھوٹ سے پاک۔“ روتے روتے اس نے آخیر کا ہاتھ تھاما۔

”آپ کو میرے کسی بھی عمل سے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا؟“ اعترافات در اعترافات کا سلسلہ تھا آخیر ایک لفظ نہیں بولا ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ ”آپ میری ہر بات پر خاموش رہے مجھے یوں لگتا آپ میری بے عزتی کر رہے ہیں میری خواہش ہوئی کہ آپ میری طرف متوجہ ہوں مجھ سے مکمل کے اپنے پیار کا اظہار کریں آپ کچھ نہیں کہتے تھے مجھے ایسا لگتا کہ جیسے آپ کو صرف اتنی دلچسپی تھی کہ مجھے اس گھر میں لے آئیں۔ آپ کی قوت برداشت اور ضبط نفس سے میں چرنے لگی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا آپ کو میری ذات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرے ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو فرق نہیں پڑتا۔ آخیر میں آپ کی محبت کو نہیں سمجھ پائی تھی آپ مجھ

کیا۔ میں اسی ڈر سے سوویہ سیٹل ہونے کی تیاری کرتا رہا کیونکہ میری موجودگی میں تم اپ سیٹ رہتی تھیں لیکن دوبار گیا پھر واپس آ گیا کہ تمہیں ایک نظر دیکھ لوں میرے دل کو سکون آ جائے۔ میں اپنا اعتبار تم پر قائم نہ کر سکا میری وجہ سے تم بدنام ہوئیں میں نے تمہیں اپنا کر عزت دی اپنی سب محبت خلوص و وفا تمہارے نام لکھ دی مگر تم سمجھ نہیں پائیں۔ نو ماہ کم نہیں ہوتے اتنا عرصہ تم میری محبت کو جان نہیں پائیں اسے میری ہوس سے تعبیر کرتی رہیں تمہارے دل میں میرے لیے جو نفرت اور عداوت ہے وہ میں کبھی بھی ختم نہیں کر سکتا اس لیے میں اب اور تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا میں کبھی بھی تمہیں یقین نہیں دلا پاؤں گا“ تم اس گھر میں جس طرح آئیں اسی طرح جاؤ گی اسے مہربانی سمجھو یا احسان بہر حال میں نے تم پر کر دیا ہے کیونکہ میں اب مزید اپنا امتحان نہیں لے سکتا۔ انسان ہوں فرشتہ نہیں ہوں میرے بھی جذبات و احساسات ہیں کسی بھی وقت بہک سکتا ہوں نہیں چاہوں گا کہ آپ مجھے الزام دے کر اس گھر سے جائیں آپ کو یاد ہوگا شاید ایک رات آپ ڈر کر میرے پاس چلی آئی تھیں وہ وقت میرے لیے بہت کڑا تھا اس کے بعد میں نے رات کو باہر جانا شروع کر دیا۔ دوبار چوکیدار سے لاک کھلو کے اپنے آفس میں بیٹھا رہا کبھی فضول میں گاڑی اودھر اُدھر دوڑاتا تھک جاتا تو واپس آ جاتا ایک دو بار واقعی دوستوں کی ساتھ رہا مگر زیادہ وقت اکیلے ہی گزارا۔ اس کی وجہ بھی آپ تھیں آپ سامنے ہوتی تھیں تو مجھے لگتا تھا میں ابھی اپنا اعتبار تو دوں گا تھک ہار کر واپس آتا تو سو جاتا میں آپ کے سامنے آج سرخ ہو گیا ہوں۔

”میں یہی خوشخبری واپس آ کے آپ کو سنانا چاہتا تھا کہ آپ میری طرف سے خود کو پابند نہ سمجھیں اس وقت کا انتظار مجھے پہلے سے تھا ممانچا یہاں نہیں ہیں ان کے سامنے یہ سب ہوتا تو انہیں بہت دکھ ہوتا۔ وہ مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش بھی کرتے لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے آپ جب چاہیں جاسکتے ہیں میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔“ مشکوٰۃ کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ بچا وازار کتنی دیر سے



پکھل گئی ہے کچھل رہی ہے بس ایک غرور اور غم میں ہے۔  
آج وہ اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین کرنا چاہتا تھا اس  
نے دوستوں کی طرف جانے کا اسی کہا تھا کہ مشکوٰۃ کو اس  
عمل سے چڑھتی ہے وہ جانتا تھا کہ اس کے صبر کا پیمانہ بے یز  
ہو چکا ہے وہ پھٹ پڑے گی اور اس غصے میں اس کے منہ سے  
جی ہی نکلے گا ڈراپ سین ایسے ہی ہوا تھا۔  
مشکوٰۃ اپنے آنسو صاف کر رہی تھی آئینے میں اس کے  
ہاتھ پکڑے اور اپنے سینے پر رکھ لیے۔

”بہت تنگ کرتی رہی ہو مجھے اب اور تو نہ کرو گی۔“ آئینہ  
نے اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں صاف کیں۔  
وہ دور ہوئی آئینے سے بس کراس کی روئی روئی آنکھوں  
میں جھانکا اور اس کی کوشش ناکام بنادی۔

”تمہاری محبت میں میں نے بھی خود پر بہت پہرے  
بٹھائے ہیں اپنے ارمانوں کو کھلا ہے اب میں تم کھا سکتا  
ہوں کہ میں تمہاری روح سے بھی پیار کرتا ہوں۔“ آئینہ  
کے لہجے میں جیج کی کھنکھن تھی۔ ”لیکن اب اور تم سے دور  
نہیں رہ سکتا۔“

”میں کون سا آپ سے دور رہ سکتی ہوں۔“ مشکوٰۃ کے  
لب کپکپاے۔

”تم نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا بہت تنگ کیا مجھے۔  
بہت کڑی سزا دوں گا۔“ آئینہ کے لب دھیرے سے جھکے تھے  
اور انہوں نے مشکوٰۃ کے کان میں سرگوشی کی تھی آئینہ کے بازو  
آہنی حصار کی طرح اس کے گرد جامل تھے۔

خاموشی اور نگاہوں کی زبان میں بہت سے جذبے بول  
رہے تھے جن کی تال پر مشکوٰۃ کا دل دھڑک رہا تھا اور یہ  
دھڑکن لمحہ بہ لمحہ بڑھ جوش ہوتی جا رہی تھی۔ آئینہ نے دوری کی  
سب دیواریں گرا دی تھیں۔ وہ بھی تو یہی چاہتی تھی کہ آئینہ اس  
کے جذبوں کو پذیرائی بخش دے اور آج آئینہ نے دل میں  
چھپی ان کبی باتوں کو جان کر اسے معتبر کر دیا تھا۔



سے دور ہوتے گئے آپ نے مجھ پر اپنا حق نہیں جتایا یہی  
بات مجھے آپ کی طرف سے غصہ دلایا اور مجھے یہ بات آپ  
کا اسیر کرتی گئی۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ میرے دل کی زمین  
محبت کے پودے کے لیے بہت موزوں تھی آپ کے نام کا  
پودا اپنی جڑیں مضبوط کرتا گیا بس مجھے یہ بات تسلیم کرتے  
ہوئے ڈر لگتا تھا جب آپ کو پتا چلے گا تو آپ مذاق اڑائیں  
گے۔ خاندان بھر میں آپ کی محبت کا چرچا تھا مگر اولین  
ملاقات میں ہی میری ناپسندیدگی کے اظہار کے بعد آپ  
خاموش ہو گئے مجھے جتایا تک نہیں۔ مجھے اندر ہی اندر  
سلگاتے رہے راکھ بناتے رہے اب کہتے ہیں میں چلی  
جاؤں۔ میں نے اب کہیں نہیں جانا۔“ مشکوٰۃ نے تنہا بارک  
اپنا سر اس کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا آئینہ کے چلتے سگتے  
جذبوں کو قہر آتا گیا جیسے برسوں بعد صحرا کی خشک ریت پر زور  
دار بارش ہوئی ہو۔

”میں نے کہیں جانے دینا بھی نہیں ہے اپنے پاس رکھنا  
ہے ہمیشہ کے لیے۔ تمہارے منہ سے اعتراف محبت سن کر  
سکون مل گیا ہے مجھے ٹوٹ کر چاہا ہوا اپنی محبت سے سب کچھ  
بھلا دو آنکھیں بند کر کے میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں  
گرنے نہیں دوں گا اور آپ ان آنکھوں میں آنسو نہ لائیں  
میں نے تمہیں دوبار چپکے چپکے روئے دیکھا اور مشکل سے خود  
پر صبر کیا میں تمہارے جذبوں سے انجان تو نہیں تھا کہ ایک  
لڑکی میرے انتظار میں جاگتی رہتی ہے اور جب میں آتا ہوں  
تو وہ سوئی بن جاتی ہے۔ وہ میری پیش بندی کا انتظار کرتی ہے  
اپنا آپ مجھ سے چھائی ہے اور ڈرتی بھی ہے کہ میں اس کی  
چوری نہ پکڑ لوں اس کے مجرم کا نام نہ جان لوں۔“

”آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟“  
”کیونکہ میں اپنی محبت کی مضبوطی جانچ رہا تھا۔“ آئینہ  
کے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ چمکی گرج چمک کے بعد  
مطلع صاف تھا۔

رہنا نہ ہی تو اسے بتایا تھا کہ آئینہ بھائی وہ بے وقوف  
لڑکی آپ سے محبت کرنے لگی ہے اب بھی اگر آپ خاموش  
رہے تو وہ کوئی حماقت کر بیٹھے گی یہ تو اسے بھی پتا تھا کہ مشکوٰۃ